ما لا يسع المسلم جهله - أردو

وہ باتیں جن کا نہ جاننا کسی مسلم کے لئے روا نہیں

بقلم :

د. خالد بن حمد الخريف

Islamhouse.com

المحتوى الإسلامي

جسے ہر مسلمان کو جاننا ضروری ہے

ح جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات ، ١٤٤٤ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

الخريف ، خالد بن حمد

ما لا يسع المسلم جهله - اردو. / خالد بن حمد الخريف ؛ جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات - ط٢. . - الرياض ، ١٤٤٤ هـ

١٣٦ ص ؛ ١٤ × ٢١ سم

ردمك: ٠-٢٩-٨٤٠٢-٦٠٣-٩٧٨

١- الاسلام - تعليم أ. جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات مترجم ب . العنوان

ديوي ٢١٠,٧ ١٠٣١٠ / ١٤٤٤

شركاء التنفيذ:

دار الإسلام — جمعية الربوة — رواد الترجمة — المحتوى الإسلامي

يتاح طباعة هذا الإصدار ونشره بأي وسيلة مع الالتزام بالإشارة إلى المصدر وعدم التغيير في النص.

Tel: +966 50 244 7000
info@islamiccontent.org
Riyadh 13245- 2836
www.islamhouse.com

مقدّمہ

ہر قسم کی تعریف اللہ تعالی کے لیے لائق وزیبا ہے، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، جسے اللہ تعالی ہدایت دے دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

امابعد:

ہر مسلمان پر اپنے دین کی ان باتوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے جن سے لا علم ہونا اس کے کے لئے قطعا روا نہیں ہے، خواہ ان کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عبادت سے یا معاملات سے، اور اس کے لیے اللہ تعالی کے دین سے اس طرح منہ موڑنا جائز نہیں کہ نہ اسے سیکھے اور نہ اس پر عمل کرے۔ بلکہ اتنا سیکھنا ضروری ہے جتنے سے اس کا دین قائم ہو تاکہ وہ اللہ تعالی کی عبادت علم وبصیرت کی روشنی میں کرے، سو نہ نصاری کی مشابہت اختیار کرے جو بلا علم عمل کرتے ہیں اور نہ یہود کی جو علم کے باوجود عمل نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ وہ ہمیں یہود ونصاری کے راستہ سے دور رکھے، اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد دین کے اصول سے بھی ناواقف ہے بجز چند افراد کے جن پہ اللہ

تعالی کی رحمت ہوئی میں نے طے کیا کہ عقیدہ وعبادت کے ان مسائل پر کچھ لکھوں جن کی ضرورت ہر مسلمان مرد وعورت کو ہے۔ یہ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے: پہلی فصل: عقائد کا بیان دوسری فصل: عبادات کا بیان تیسری فصل: معاملات کا بیان۔

رب ذو الجلال سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کو ہر طالب حق کے لیے نفع بخش بنائے اور اسے صرف اپنی ہی رضا کے لیے ایک خالص عمل کے طور پر قبول فرمائے، وہ یقینا بڑا سخاوت اور کرم والا ہے۔

اور بکثرت درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد پر اور آپ کی آل اور صحابہ پر۔

بقلم: د/ خالد بن حمد الخریف

پہلی فصل

عقائد کا بیان

مطلب اول :اسلام کا معنی ومفہوم اور اس کے ارکان

اسلام کا مطلب ہے توحید کو اپنا کر اللہ تعالی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، فرماں بردار ہو کر اس کے حکم کو مان لینا اور شرک اور مشرکوں سے بیزاری کا اعلان کرنا۔

اسلام کے ارکان پانچ ہیں:

پہلا رکن: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

دوسرا رکن: نماز قائم کرنا۔

تیسرا رکن: زکاۃ دینا۔

چوتھا رکن: رمضان کا روزہ رکھنا۔

پانچواں رکن: طاقت رکھنے والوں کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا۔

توحید کی اہمیت:

معلوم ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے مخلوقات کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ اسی کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”میں نے جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں“۔ (سورہ الذاریات، آیت: ۵۶) اور اس عبادت سے شناسائی علم ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے کوئی حقیقی معبود نہیں اور اپنی خطا کی مغفرت مانگتے رہیے اور سارے ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے بھی، اور اللہ خوب خبر رکھتا ہے تم سب کے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو“۔ (سورۂ محمد: ۱۹) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قول وعمل سے پہلے علم کا ذکر کیا ہے۔ اور جس سب سے اہم بات کا سیکھنا مسلمان پر واجب ہے وہ اللہ عز وجل کی توحید ہے؛ کیوں کہ دین کی بنیاد اسی پر ہے توحید کے بغیر دین کا قیام ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی ایک مسلمان پر پہلا اور آخری واجب ہے، اسلام کے ارکان کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے، یہ پانچ ارکان ہیں جن میں توحید پہلا رکن ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا“۔ بخاری ومسلم۔ سو ایک مسلمان پر توحید کا مفہوم سمجھنا واجب ہے، جو کہ ایک اللہ تعالی کی عبادت کرنا ہے۔ نہ اس کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے، نہ کسی

مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔

لا الہ الا اللہ کی گواہی کے معنی یہ ہیں کہ:

بندہ پورے یقین کے ساتھ یہ اقرار کرے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، چنانچہ ایک اللہ کی عبادت کرے اور عبادت کی ساری قسموں کو اس کے لیے خاص کر دے جیسے دعا، ڈر، امید اور توکل وغیرہ۔

یہ گواہی دو رکنوں کے بغیر نامکمل ہے:

پہلا: تمام معبودان باطلہ کی عبادت والوہیت کا انکار کرنا

دوسرا: صرف اللہ تعالی کے لیے ہر قسم کی عبادت والوہیت کو ثابت کرنا ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے دور رہو)۔ [سورہ النحل:٣٦]۔

لا الہ الا اللہ کی شرطیں:

پہلی شرط: علم جو جہل کے منافی ہو۔

دوسری: یقین جو شک کے منافی ہو۔

تیسری: اخلاص جو شرک کے منافی ہو۔

چوتھی: سچائی جو جھوٹ کے منافی ہو۔

پانچویں: محبت جو بغض کے منافی ہو۔

چھٹی: فرماں برداری جو ترک کرنے کے منافی ہو۔

ساتویں: قبول جو رد کرنے کے منافی ہو۔

آٹھویں: معبودان باطلہ کا انکار۔

اور ان شرطوں پہ عمل کرنا واجب ہے۔

اور یہ گواہی اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالی کی عبادت کرنے سے ثابت ہو گی، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارے، اللہ تعالی ہی پر بھروسہ رکھے، اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھے، اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نماز نہ پڑھے اور اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ذبح نہ کرے۔ کچھ لوگ جو قبروں کے گرد طواف کرتے ہیں، قبر والوں سے فریاد کرتے ہیں اور اللہ تعالی کو چھوڑ کر انہیں پکارتے ہیں؛ یہ سب عبادت میں شرک ہے، لہذا ان باتوں سے بچنا اور بچانا ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ سب باتیں مشرکوں کے اللہ تعالی کو چھوڑ کر شجر، حجر اور بتوں کی عبادت ہی کے قبیل سے ہیں، اور یہی وہ شرک ہے جس سے روکنے اور آگاہ کرنے کے لیے کتابیں نازل کی گئیں اور رسول بھیجے گئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے رسول ہونے کی شہادت دینے کا معنی:

آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا، آپ کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا، آپ کی منع کی ہوئی باتوں سے اجتناب کرنا اور صرف آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ

کی عبادت کرنا۔ چنانچہ ایک مسلمان یہ اقرار کرتا ہے کہ محمد بن عبد اللہ قرشی ہاشمی تمام انس وجن کے لیے اللہ تعالی کے رسول ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں“۔ [الأعراف:۱۵۸]۔ اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے دین کی تبلیغ اور لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔ [سبأ:۲۸]۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا: ”اور ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے“۔ [سورہ الأنبیاء:۱۰۷]-اور اس گواہی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا یہ باطل عقیدہ نہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ربوبیت یا عبادت میں کوئی حق ہے یا اس کائنات کی تدبیر میں آپ کو کوئی اختیار ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بندے ہیں معبود نہیں اور رسول ہیں جن کی تکذیب نہیں کی جا سکتی، اور اللہ تعالی کے دائرۂ مشیئت کے باہر آپ نہ اپنے نفع ونقصان کے مالک ہیں اور نہ ہی دوسروں کے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں“۔ [الأنعام:۵۰]۔

دوسرا مطلب :ایمان کا معنی ومفہوم اور اس کے ارکان

ایمان: دل سے اقرار کرنے، منہ سے بولنے اور دل وجوارح سے عمل کرنے کا نام ہے، اور یہ اطاعت سے بڑھتا ہے اور نافرمانی سے گھٹتا ہے۔

عبادات کی قبولیت وصحت کے لیے ایمان شرط ہے، جیسے شرک وکفر سے ساری بندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں، تو جیسے بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی ویسے ہی بغیر ایمان کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ”جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا“۔ [النساء: ۱۲۴]- اور شرک عمل کو برباد کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف بھی اور جو آپ سے قبل گزر چکے ہیں ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ (اے مخاطب) اگر تونے شرک کیا تو تیرا عمل (سب) غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑ کر رہے گا“۔ [سورہ الزمر: ٦٥]-

اور ایمان کے ارکان چھ ہیں: اللہ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لانا، اس کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا، قیامت کے دن پر ایمان لانا اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لانا۔

ا۔ اللہ پر ایمان لانا:

اللہ پر ایمان تین امور پر مشتمل ہے:

1۔ اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا:

یعنی اللہ تعالی کو اس کے تمام کاموں میں؛ جیسے پیدا کرنا، روزی دینا اور موت وحیات دینا، اکیلا ماننا، سو اللہ تعالی کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق ہے، نہ زندگی دینے والا نہ موت دینے والا ہے اور نہ ہی کوئی اس کائنات میں کوئی اختیار رکھتا ہے۔ اور اس جہان میں

کسی ایسے شخص کا پتہ نہیں جو اللہ کی ربوبیت کا منکر ہو الا یہ کہ کوئی کبر وغرور میں ایسا کہے مگر واقع میں اس کا قائل نہ ہو، جیسا کہ فرعون نے اپنی قوم سے کہا: "تم سب کا رب اعلی میں ہی ہوں"۔ [النازعات: ۲۴]، جبکہ یہ اس کا یقین نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کے رب ہی نے یہ معجزے دکھانے، سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں، اے فرعون! میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد وہلاک کیا گیا ہے۔ [الإسراء: ۱۰۲]، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: انہوں نے ظلم وغرور کی وجہ سے ان آیتوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں کو ان پر یقین تھا۔ [سورہ النمل: ۱۴]۔ کیوں کہ یہ ضروری ہے کہ ان مخلوقات کا کوئی خالق ہو، یہ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے خود ہی خود کو بنایا ہو؛ کیوں کہ کوئی چیز خود کو نہیں پیدا کرتی اور یہ بھی ناممکن ہے کہ یہ یکایک وجود پذیر ہو گئیں؛ کیوں کہ بغیر محدِث (خالق) کے کسی حادث (مخلوق) کا کوئی تصور ہی نہیں، اور اس لیے بھی کہ ان مخلوقات کا یہ بے مثال نظام اور نظم ونسق اس بات کے منافی ہے کہ یہ اچانک وجود میں آگئی ہوں، لہذا موجِد کا وجود حتمی ہوا۔ اور وہ اللہ رب العالمین ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ (۳۵) کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں"۔ [الطور: ۳۵-۳۶]۔ اور مشرکینِ عرب اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک کے باوجود اس کی ''ربوبیت'' کا اقرار کرتے تھے، لیکن اس سے وہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی اور ان کے خون اور مال کو حلال سمجھا؛ کیوں کہ انہوں نے عبادت میں شرک کیا، اللہ کے ساتھ بتوں، پتھروں اور

فرشتوں وغیرہ کی عبادت کی۔

2 ۔ اللہ کی الوہیت پر ایمان:

اس سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی سچا الہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں، لفظ الہ کے معنی ہیں مألوہ کے، یعنی معبود؛ جس کی عبادت محبت، تعظیم اور انکساری کے ساتھ کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ [البقرة:١٦٣]۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کسی کو معبود سمجھ کر پوجا گیا اس کا الہ ہونا غلط اور باطل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور اللہ تعالی کے سوا (کافر) جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی بلندی والا اور کبریائی والا ہے''۔ [سورہ الحج: ٦٢]۔ اور یہی وجہ ہے کہ سارے رسول نوح علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی قوموں کو توحید اور واحد اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور مشرکین جو اللہ تعالی کو چھوڑ کر غیروں کو پکارتے ہیں، ان سے فریاد کرتے اور مدد مانگتے ہیں اسے اللہ تعالی نے دو عقلی دلیلوں سے باطل ثابت کیا ہے:

پہلی دلیل: جن کو ان لوگوں نے الہ (معبود) بنا رکھا ہے ان میں ''الوہیت'' کی صفات نہیں پائی جاتیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں، کسی بھی چیز کو پیدا کرنا ان کے بس میں نہیں، وہ اپنی پرستش کرنے والوں کو نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان پر سے کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں اور نہ وہ زندگی کے مالک ہیں اور نہ موت کے اور نہ ہی دوبارہ زندہ کرنے کے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ان لوگوں نے اس اللہ کے سوا کچھ دوسرے معبود بنا رکھے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور وہ خود اپنے لیے نہ کسی نقصان (کو دور کرنے) کا

اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کو (حاصل کرنے کا) اور نہ کسی کے مرنے پر انھیں اختیار ہے اور نہ (کسی کے) جینے پر اور نہ ہی (کسی کو) دوبارہ اٹھانے پر"۔ [الفرقان:۳]۔ دوسری دلیل: یہ مشرکین تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالی ہی اکیلا خالق اور مدبر ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کو جس طرح ربوریت میں واحد مانتے ہیں اسی طرح الوہیت میں بھی اکیلا جانیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے پوچھو زمین اور جو کچھ اس میں ہے، کس کی ہے، اگر تم جانتے ہو۔(۸۴) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہے۔ کہو پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟(۸۵) ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمانوں کا مالک کون ہے، اور بڑے تخت (عرشِ عظیم) کا مالک کون ہے؟(۸٦) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ، کہو پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے؟(۸۷) پوچھیے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا؟ اگر جانتے ہو تو بتلا دو(۸۸)، وہ ضرور کہیں گے اللہ ہی ہے، کہو کہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟(۸۹) [المؤمنون: ۸۴-۸۹] سو جب انہوں نے توحید ربوبیت کا اقرار کیا تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

3 ۔ اسما وصفات پر ایمان:

یعنی جو اسما وصفات اللہ نے اپنے لیے اپنی کتاب میں ثابت کیے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اپنی احادیث میں ثابت کیے ہیں انہیں ثابت کرنا اس طرز پر جو اس کی شایان شان ہو، بغیر کسی تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ((وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)) "اور اللہ کے اچھے نام ہیں، پس اسے انہیں سے پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، انہیں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا جلد ہی بدلہ دیا جائے گا"۔ [سورہ الأعراف: ۱۸۰]، اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ "کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے اور وہی ہر بات کو سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔[الشوری:۱۱]۔

شرک کی قسمیں:

۱۔ شرک اکبر۔

۲۔ شرکِ اصغر۔

۳۔ شرک خفی۔

1۔ شرک اکبر:

اس کا ضابطہ ہے: اللہ تعالی کی خصوصیات میں غیر اللہ کو اس کے مساوی قرار دینا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے)۔ [سورہ الشعراء:۹۸]۔ اوراللہ تعالی کی خصوصیات میں غیر اللہ کو اس کے مساوی قرار دینے کے ضمن میں آتا ہے بعض عبادتوں کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا؛ جیسے عبادت کے اقسام میں سے دعا، فریاد، نذر اور ذبح وغیرہ۔ یا یہ بات متضمن ہوتی ہے اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے کو، یا اللہ کے حلال کردہ کو حرام قرار دینے کو، یا اللہ کے واجب قرار دئے ہوئے

کو بیکار قرار دینے کو، جیسے کسی ایسی چیز کو حلال سمجھنا جس کی حرمت معلوم من الدین بالضرورۃ ہو مثلاً زنا، شراب، والدین کی نافرمانی یا سود وغیرہ۔ یا اللہ تعالی کی حلال کردہ طیبات کو حرام قرار دینا، یا کسی واجب کو ساقط قرار دینا، مثلا یہ عقیدہ رکھنا کہ نماز، روزہ یا زکوۃ واجب نہیں ہے۔ شرک اکبر: اس شرک کی حالتِ میں فوت ہونے والے شخص کے عمل کو یہ شرک اکارت کر دیتا ہے اور اس کے لیے جہنم میں دائمی عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ" (اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے اعمال اکارت ہو جاتے جو انہوں نے کئے تھے)۔ (سورۂ الانعام: ۸۸)۔ اور جس کی موت شرک پہ ہوئی ہو اسے اللہ ہر گز معاف نہیں کرے گا اور جنت اس کے لیے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے"۔ [النساء: ۴۸]۔ اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ" (ترجمہ: یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے)۔ (سورۃ المائدہ: ۷۲)۔

2۔ شرکِ اصغر:

جسے نصوص میں شرک قرار دیا گیا ہو لیکن وہ شرک اکبر کے درجہ تک نہ پہنچا ہو تو اسے شرک اصغر کہا جاتا ہے۔ جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا؛ مثلا کعبہ، انبیا، امانت اور کسی کی زندگی وغیرہ کی قسم کھانا، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس

شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا"[1]۔ اس حدیث کو احمد، ابو داود اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور اعتقاد قلب کے اعتبار سے شرک اصغر کبھی شرک اکبر ہو جاتا ہے، چنانچہ نبی یا کسی شیخ کی قسم کھانے والا اگر یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ کے مثل ہے، یا اسے اللہ کو چھوڑ کر پکارا جا سکتا ہے یا تدبیر کائنات میں اس کو اختیار ہے تو یہ شرک اکبر ہو جائے گا۔ لیکن اگر ایسا کوئی عقیدہ نہ ہو بلکہ محض عادت کے بموجب اس کی زبان سے ایسا نکل گیا ہو تو وہ شرک اصغر ہو گا۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے اس لیے تحفظ توحید کی خاطر اس سلسلہ میں احتیاط برتنا اور آگاہ کرنا ضروری ہے

3۔ شرک خفی:

اس سے مراد دلوں کی ریاکاری ہے؛ جیسے کوئی ریاکارانہ نماز پڑھے، قرآن پڑھے، صدقہ کرے یا تسبیح پڑھے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، اور اس سے وہ عمل اکارت جائے گا جس میں اس نے ریاکاری کی، دیگر اعمال نہیں جسے اللہ تعالی کے لئے خالص کیا ہو۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "اس امت میں شرک رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر کالی چیوں ٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے، اور اس کا کفارہ یہ کہنا ہے: اے اللہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ دانستہ طور پر تیرے ساتھ شرک کروں اور تجھ سے اس گناہ کے متعلق معافی

---

(۱) مسند احمد (۲۰۷۲) اور (۱۰/۲۴۹)، ترمذی (۱۵۳۵) اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے (۴/۱۱۰)۔

مانگتاہوں جو نادانستہ طور پر ہو"[1]۔

کفر کی قسمیں:

پہلی قسم: کفر اکبر:

کفر اکبر کی وجہ سے بندہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا اور اس کی پانچ قسمیں ہیں:

1۔ کفر تکذیب:

اور یہ ہے رسولوں کی دروغ گوئی کا عقیدہ رکھنا، اور یہ کفر بہت نادر ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلیں عطا کی تھیں، ان تکذیب کرنے والوں کا حال بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان کیا ہے: {اور انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر انکار کر دیا حالاں کہ ان کے دل یقین کر چکے تھے}۔[سورہ النمل:۱۴]۔

2 ۔ تکبر اور روگردانی کا کفر:

جیسے ابلیس کا کفر؛ اس نے اللہ کے حکم کا انکار تو نہیں کیا تھا لیکن اس کے بالمقابل تکبر اور روگردانی کا اظہار کیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔"[سورہ البقرہ:۳۴]۔

---

(۱) بخاری، الادب المفرد (۷۱۶)(۱/۳۷۷)، احمد، مسند (۱۹۶۰۶)(۳۲/۳۸۳) اور ضیاء، الأحادیث المختارۃ(۱/۱۵۰)۔ اس حدیث کو البانی نے صحیح الجامع میں صحیح قرار دیا ہے (۳۷۳۱)(۱/۶۹۴)۔

3۔ کفر اعراض:

وہ یہ ہے کہ حق کی طرف توجہ ہی نہ دے اور نہ حق کو سنے اور نہ اسے سمجھنا چاہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر بھی اس نے ان سے منھ پھیر لیا، (یقین مانو) کہ ہم بھی گناہ گاروں سے انتقام لینے والے ہیں"۔[السجدۃ:۲۲]۔

لیکن اگر اعراض و بے توجہی کلی طور پر نہ ہو کر جزئی طور پر ہو تو صرف فسق ہو گا کفر کے درجہ کو نہیں پہنچے گا، جیسے اگر کوئی شخص دین کے بعض واجبات کو سیکھنا نہ چاہے مثلاً روزے اور حج کے احکام وغیرہ۔

4۔ کفر شک:

اور وہ یہ ہے کہ بندہ حق کے سلسلہ میں تردد کا شکار ہو جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "اور وہ اپنے باغ میں گیا اور وہ تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا، کہنے لگا میں خیال نہیں کر سکتا کہ یہ کبھی برباد ہو جائے گا، اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں لوٹنے کی جگہ اس سے بہتر پاؤں گا"۔[سورۂ کھف:۳۵-۳۶]۔

5۔ کفر نفاق:

اور وہ یہ ہے کہ انسان زبان سے تو ایمان کا دعوا کرے مگر دل سے جھٹلانے والا

ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں"۔[سورۃ البقرۃ:[۸]۔

یہ ہیں کفر اکبر کی قسمیں جو دین اسلام سے خارج کر دیتی ہیں۔

دوسری قسم :کفر اصغر:

اس کفر کی وجہ سے کوئی ہمیشہ جہنم مین نہیں رہے گا۔ اس کفر کے ضمن میں وہ ساری چیزیں آتی ہیں جن کی بابت شریعت میں لفظ کفر کا استعمال بغیر الف لام کے اور حالت نکرہ میں ہوا ہو۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں، جن میں سے: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں میں دو چیزیں کفر ہیں: نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ خوانی کرنا"۔[1]

ب ۔ فرشتوں پر ایمان:

فرشتوں کا تعلق عالم غیب سے ہے، اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے۔ وہ سب اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں، ان میں ربوبیت یا الوہیت کی کوئی خاصیت نہیں ہے، وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے، بلکہ اس کی تعمیل کرتے ہیں، ان کی تعداد کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

فرشتوں پر ایمان چار چیزوں کو شامل ہے:

---

(۱) مسلم (۱۲۱)، نوحہ خوانی اور نسب میں طعن و تشنیع کرنے پر کفر کے اطلاق کا بیان (۱/۸۳) اور مسند احمد (۱۰۴۳۴)(۱۶/۲۷۰)۔

(۱) فرشتوں کے وجود پر ایمان۔

(۲) جن فرشتوں کے نام معلوم ہیں جیسے جبرائیل، اسرافیل اور میکائیل وغیرہ پر ایمان رکھنا۔ اور جن کے نام نہیں معلوم ہیں ان پر بھی اجمالی طور پر ایمان رکھنا۔ (۳) کتاب وسنت میں ان کی جو صفات وارد ہوئی ہیں ان پر ایمان رکھنا، جیسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے انہیں ان کی حقیقی خلقت میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے جن سے افق آسمان ڈھک چکا تھا۔

(۴) فرشتوں کے جن کاموں کا ہمیں علم ہے ان پر ایمان رکھنا: جیسے بلا کسی تکان یا کاہلی کے ان کا دن رات اللہ کی تسبیح اور اس کی عبادت مین مصروف ہونا،

جبرائیل علیہ السلام کا امانت وحی کی ذمہ داری اٹھانا،

اسرافیل علیہ السلام کا نفخ صور پر مقرر ہونا،

ملک الموت کا موت کے وقت روح قبض کرنے پر مامور ہونا،

مالک جہنم کا ذمہ دار اور رضوان جنتوں کا رکھوالا ہے، اس طرح دیگر تمام فرشتے جن کے کام معلوم ہیں ان پر ایمان رکھنا۔

ج۔ کتابوں پر ایمان:

کتابوں سے مراد وہ آسمانی کتابیں ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے رسولوں پر نازل کیں، بشریت کی ہدایت اور ان پر رحم وکرم کا معاملہ کرتے ہوئے، تاکہ سعادت دارین نصیب

ہو۔

کتابوں پر ایمان چار امور کو شامل ہے:

۱-اس بات پر ایمان کہ ان کتابوں کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونا حق ہے۔

۲- جن کتابوں کے نام معلوم ہیں ان پر ایمان رکھنا: جیسے قرآن جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، تورات جو موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی، انجیل جو عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی، اور زبور جو داود علیہ السلام کو عطا کی گئی۔

اور جن کتابوں کے نام نہیں معلوم ہیں ان پر بھی اجمالی طور پے ایمان رکھنا۔

۳-ان کی خبروں کی تصدیق؛ جیسے قرآن اور غیر محرف کتب سابقہ کی خبریں۔

۴- ان کتابوں کے ان جملہ احکام پر برضا و رغبت عمل کرنا جو منسوخ نہیں ہوئے، خواہ ہم ان احکام کی حکمت کا ادراک کر سکے ہوں، یا ہم ایسا کرنے سے قاصر رہے ہوں۔ یاد رہے کہ سابقہ تمام کتب قرآن کریم کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہیں۔ لہذا پہلی کتابوں کے احکام میں سے کسی حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے مگر اس سے وہ حکم مستثنیٰ ہے جو صحت کے درجہ کو پہنچ جائے نیز قرآن کریم نے اسے منسوخ نہ کیا ہو بلکہ برقرار رکھا ہو۔

د- رسل -علیہم السلام- پر ایمان:

رسول وہ عظیم انسان ہے جن کی طرف بذریعۂ وحی شریعت نازل کی گئی اور انہیں اس کی تبلیغ کا حکم بھی دیا گیا۔ ان کی پہلی کڑی نوح علیہ السلام ہیں اور آخری محمد صلی اللہ علیہ

السلام ہیں۔ وہ بشر ہیں، مخلوق ہیں، ان میں ربوبیت یا الوہیت کی کوئی خاصیت نہیں ہے۔

رسولوں پر ایمان مندرجۂ ذیل باتوں کو شامل ہے:

۱- اس بات پر ایمان کہ ان کی رسالت اللہ کی جانب سے حق ہے، سو جو شخص ان میں سے کسی ایک کی رسالت کا انکار کرے گا وہ تمام رسولوں کا منکر ہو گا۔

۲- ان رسولوں پر ایمان لانا جن کے نام ہمیں معلوم ہیں، مثلا حضرت محمد ﷺ، ابراہیم، موسی، عیسی اور نوح علیہم السلام اور رسولوں میں سے ان پانچوں کو الو العزم کی صفت سے موصوف کیا جاتا ہے۔

اور جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ہمیں علم نہیں ان پر بھی اجمالا ایمان لانا ہم پر لازم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کر دیے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کیے"۔ [غافر:۷۸]۔

۳- ان کی جو خبریں صحت کے درجہ کو پہنچیں ان کی تصدیق کرنا۔

۴- خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا۔

ھ- آخرت کے دن پر ایمان:

"یوم آخرت" سے مراد روز قیامت ہے، جب لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب اور جزا کے لیے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ اس دن کا نام "یوم آخرت" اس لیے ہے کہ اس کے

بعد کوئی دوسرا دن نہیں ہو گا، کیوں کہ تمام اہل جنت اور اہل جہنم اپنے اپنے ٹھکانوں میں قرار پا جائیں گے۔

آخرت کے دن پر ایمان تین امور پر مشتمل ہے:

ا- بعث پر ایمان:

یعنی جب صور میں دوسری پھونک ماری جائے گی تو سارے مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے سب رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے، نہ ان کے پیروں میں جوتے ہوں گے اور نہ بدن پہ کپڑے اور سب غیر مختون ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، یہ وعدہ (جس کا پورا ہونا) ہم پر (لازم ہے) ہم (ایسا) ضرور کریں گے"۔[الأنبياء:۱۰۴]۔

ب- حساب وجزا پر ایمان:

کہ بندہ کے اعمال کا حساب ہو گا اور اسے ان کا بدلہ دیا جائے گا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: "بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے۔ پھر بے شک ان سے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے" [سورہ الغاشية:۲۵-۲۶]۔

ج- جنت اور جہنم پہ ایمان:

اور اس بات پہ ایمان کہ یہ دونوں بندوں کے دائمی مسکن ہیں: جنت وہ نعمتوں کا ٹھکانہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پرہیز گار مومنوں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی اطاعت کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے۔ اس میں ایسی نعمتیں ہیں جنہیں نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا' نہ کانوں نے سنا اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا۔ اور جہنم؛ جائے سزا ہے جسے اللہ تعالی نے کافروں اور نافرمانوں کے لیے تیار کیا ہے اس کی متنوع سزاؤں کا تصور بھی ممکن نہیں۔

د- بھلی بری تقدیر پر ایمان:

تقدیر سے مراد: اللہ تعالی کا اپنے سابق علم اور حکمت کے بموجب تمام حوادث کو مقدر کرنا ہے۔

تقدیر پر ایمان چار امور کو شامل ہے:

ا- علم: یعنی اس بات پر ایمان کہ جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا ہے اور کیسے ہو گا ان سب کا اجمالی و تفصیلی اور ازلی وابدی علم اللہ تعالی کو ہے۔ اسی طرح جو نہیں ہوا اللہ تعالی کو معلوم ہے کہ اگر ہوتا تو کیسا ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: "اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیے جائیں تب بھی وہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا"۔ [سورہ الانعام:۲۸]۔

۲- لکھنا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کی قیامت تک کی تقدیریں لکھ دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے"۔ [سورہ الحج:۷۰]۔

۳- مشیئت: اس کا مطلب ہے اس بات پر ایمان رکھنا کہ اس کائنات میں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے“۔ [القصص:٦٨]۔ اور انسان کی مشیئت اللہ کی مشیئت کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور تم رب العالمین کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے“۔ [سورہ التکویر:۲۹]۔

۴- تخلیق: یہ ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات اور ان کے تمام اچھے برے اعمال کا خالق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے"۔ [سورہ الزمر:٦٢]۔

تیسرا مطلب: احسان:

احسان: یہ ایک ہی رکن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ کی اس طرح عبادت کریں گویا آپ اسے دیکھ رہے ہیں، اگر یہ تصور نہیں کر سکتے تو اتنا تو خیال ضرور رکھیں کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

یعنی انسان اللہ کی عبادات اس طرح انجام دے کہ جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔ اور یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشیت تامہ اور انابت کاملہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عبادت سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو۔

اہل احسان کے دو مختلف مقام اور درجے ہیں:

پہلا اور سب سے اعلی مقام مشاہدہ کا مقام ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ بندہ اس

طرح عمل کرے جیسے وہ اپنے دل سے اللہ تعالی کا مشاہدہ کر رہا ہو، اس میں دل نور ایمان سے یوں منور ہو جاتا ہے کہ غیب جیسے آنکھوں دیکھا سا ہو جاتا ہے۔ دوسرا مقام: اخلاص اور مراقبہ کا مقام ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ کوئی بھی عمل کرتے وقت ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے اور اسے اس کے ہر عمل کی خبر ہے، اگر بندہ کی حالت ایسی ہو تو وہ مخلص ہے۔

چوتھا مطلب :اہل سنت والجماعت کے مختصر اصول

۱- اہل سنت والجماعت کتاب وسنت کی اتباع کرتے ہیں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات پر کسی کی بات کو مقدم نہیں کرتے۔

۲- صحابۂ رسول ﷺ کے تئیں اپنے دلوں کو صاف رکھتے ہیں اور ان کی شان مین زبان درازی نہیں کرتے۔ اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے خلیفہ ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنھم ہیں۔

۳- رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت اور لگاؤ، اور آپ ﷺ کے اہل بیت میں جو نیک ہیں وہی بالخصوص آپ کے اہل بیت ہیں۔

۴- حاکموں اور گورنروں کے خلاف بغاوت نہ کرنا گرچہ وہ ظلم وزیادتی کریں۔ بلکہ ان کے لیے نیکی اور عافیت کی دعا کرنا۔ اور انہیں بد دعا نہ دینا- اور جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دیں ان کی اطاعت فرض ہے اور اللہ تعالی کی اطاعت میں شامل ہے۔ لیکن اگر وہ کسی

معصیت کا حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود دیگر معاملات میں ان کی اطاعت باقی رہے گی۔ ۵- کرامات اولیا کی تصدیق کرامات اولیا سے مراد وہ خارق عادات چیزیں ہیں جو اللہ تعالی اپنے اولیا کے ہاتھوں ظاہر کرتا ہے۔ ٦- اہل قبلہ (مسلمانوں) کو مطلق معصیت اور کبائر کی بنا پر کافر قرار نہیں دیتے، جیسا کہ خوارج کا رویہ ہے، بلکہ ان کے نزدیک گناہوں کے باوجود ایمانی اخوت باقی رہتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ اپنے ایمان کی وجہ سے مومن اور کبیرہ کی وجہ سے فاسق ہوتا ہے۔

دوسری فصل:

عبادات کا بیان

پہلا مطلب :طہارت کے بیان میں

طہارت کے لغوی معنی ہیں حسی اور معنوی گندگیوں سے پاک صاف ہونے کے۔

طہارت کی شرعی تعریف ہے: حدث کا ختم ہونا اور نجاست کا دور ہونا۔ طہارت نماز کی کلید ہے۔ لہذا طہارت کا علم حاصل کرنا دین کے عظیم ترین امور میں سے ہے، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ انہیں پوری توجہ سے سیکھے۔

سب سے پہلے :پانی کی قسمیں:

ا- طہور؛ اس سے طہارت حاصل کرنا صحیح ہے خواہ وہ اپنی خلقت پر باقی ہو جیسے بارش، نہروں اور سمندروں کا پانی یا اس میں کسی پاک چیز کی آمیزش ہوئی ہو لیکن وہ اس پر غالب نہ آئی ہو کہ اس سے اس کی طہوریت کی صفت زائل ہو جائے۔ ۲- نجس (ناپاک)؛ اس کا استعمال جائز نہیں۔ نہ اس سے حدث ختم ہوتا ہے اور نہ ہی نجاست زائل ہوتی ہے۔ یہ وہ پانی ہے جس کا رنگ، بو یا ذائقہ کسی نجاست کی وجہ سے بدل گیا ہو۔

نمبر 2: نجاست:

نجاست سے مراد ایک خاص گندگی ہے جس کے ساتھ نماز نہیں ہوتی؛ جیسے پیشاب، پاخانہ اور خون وغیرہ، یہ بدن، کپڑے اور جگہ تینوں میں ہو سکتی ہے۔ اشیا میں اصل اباحت اور طہارت ہے، اس لیے اگر کوئی کسی چیز کی نجاست کا دعوی کرے تو اسے دلیل پیش کرنی ہوگی۔ بلغم اور انسان یا گدھے کا پسینہ طاہر ہیں گرچہ یہ گندگیاں ہیں۔ اس لیے ہر نجاست گندگی ہے لیکن ہر گندگی نجاست نہیں۔

نجاست کے تین درجے ہیں:

پہلا: نجاست مغلظہ:

جیسے اس برتن کی نجاست جس میں کتے نے منہ ڈال دیا ہو۔ اور ایسے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔

دوسرا: نجاست مخففہ:

جیسے شیر خوار بچہ کا پیشاب جب کپڑے وغیرہ کو لگ جائے۔ اور اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر اچھی طرح پانی کے چھینٹے مارے جائیں، کھرچنے یا نچوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تیسرا: نجاسہ متوسطہ:

جیسے انسان کے بول وبراز اور اغلب نجاستیں جب زمین یا کپڑے وغیرہ پر پڑ

جائیں۔ اور ان سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی یا صفائی کے دیگر جدید ذرائع سے نجاست کی جگہ کو صاف کیا جائے اور اگر نجاست جِرم والی ہو تو اس کے جرم کو ختم کیا جائے۔

ذیل میں کچھ نجاستوں کا ذکر ہے جو دلائل سے ثابت ہیں:

۱- انسان کے بول وبراز۔

۲- مذی اور ودی۔[1]

۳- غیر ماکول اللحم جانور کا فضلہ۔

۴- حیض ونفاس کے خون۔

۵- کتے کا لعاب۔

۶- مردہ، اور اس سے مستثنیٰ ہے:

ا- مردہ انسان۔

ب- مردہ مچھلی اور ٹڈی۔

---

(۱) مذی اس بے رنگ باریک پانی کو کہتے ہیں جو بیوی کے ساتھ مداعبت (چھیڑ چھاڑ)، جماع کی یاد یا اس کے ارادے یا شہوت کو برآنگیختہ کرنے والی کسی چیز کو دیکھ کر یا ان ہی کی طرح کسی اور چیز کی بنا پر قطروں کی شکل میں نکل آتا ہے اور بسا اوقات احساس بھی نہیں ہوتا۔ (ودی): یہ گاڑھا سفید پانی ہے جو پیشاب کے بعد یا بھاری چیز لے جانے کے وقت نکلتا ہے۔

ج- ایسا مردار جس کا بہتا ہوا خون نہ ہو؛ جیسے مکھی، چیونٹی اور شہد کی مکھی وغیرہ۔

د- مردہ کی ہڈی، سینگ، ناخون، بال اور پر۔

نجاست کو صاف کرنے کا طریقہ:

۱- پانی کا استعمال، اور یہی نجاست سے پاکی حاصل کرنے کا بنیادی طریقہ ہے اس لیے پانی کو چھوڑ کر کوئی اور ذریعہ استعمال نہیں کیا جائے گا۔

۲- کچھ نجس یا نجاست آلود چیزوں کی پاکی اور صفائی کے تعلق سے شریعت میں کئی اور طریقے مذکور ہیں جو مندرجۂ ذیل ہیں:

ا- مردار کے چمڑے کو دباغت سے پاک کیا جائے گا۔

ب- اگر کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھویا جائے گا اور پہلی بار مٹی کا استعمال کیا جائے گا۔

ج- جب کپڑے میں حیض کا خون لگ جائے تو اسے کھرچ کر اس پر پانی چھڑک دینا کافی ہے، اگر اس کے باوجود کچھ نشان باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

د- عورت کے کپڑے کے نچلے حصہ (کپڑے کا وہ حصہ جو زمین میں لگ جاتا ہو) میں اگر کوئی نجاست لگ جائے تو اس کے بعد کی پاک مٹی سے گھسٹ کر صاف ہو جاتا ہے۔

ہ- اگر کپڑے میں شیر خوار بچہ کا پیشاب لگ جائے تو کپڑے پر پانی چھڑک کر اور اگر بچی کا پیشاب لگ جائے تو کپڑے کو دھو کر پاکی حاصل کی جاتی ہے۔

و-مذی سے بھی پانی کے چھینٹوں سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

ز-جوتے کا نچلا حصہ پاک زمین پر رگڑ کر صاف کر لیا جائے گا۔

ح-اگر نجاست زمین پر ہو تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر بالٹی بھر پانی بہا دیا جائے یا دھوپ یا ہوا سے سوکھ جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ سو جب نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔

نمبر 3 :وہ اعمال جو محدث (حدث والے) پر حرام ہیں:

حدث اصغر یا حدث اکبر والے پر حرام کردہ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا- نماز خواہ فرض ہو یا نفل: اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بغیر وضو کے اللہ تعالی کوئی نماز قبول نہیں کرتا“۔[۱]

۲- مصحف کو چھونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جو خط لکھا تھا اس میں فرمایا تھا: ”مصحف کو صرف پاک شخص ہی چھو سکتا ہے“۔[۲]

۳-خانۂ کعبہ کا طواف، اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”خانۂ کعبہ کا طواف نماز

---

(۱) مسلم (۲۲۴)(۱/۲۰۴۹)، نماز کے لیے وضو کے وجوب کا بیان۔

(۲) موطا امام مالک ۲۱۹/۶۸۰ (۲/۲۷۸)، سنن دارمی (۳۱۲) (۳/۱۴۵۵)، مصنف عبد الرزاق (۱۳۲۸)(۱/۳۴۱)-اور البانی نے ارواء الغلیل (۱۲۲)(۱/۱۵۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

ہی ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالی نے اس میں بات کرنا مباح قرار دیا ہے"۔[1] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے لیے وضو کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے حائضہ کو طواف کرنے سے منع فرمایا قبل اس کے کہ پاک ہو جائے۔

ذیل میں ان امور کا ذکر ہے جو صرف حدث اکبر کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں:

۱- قرآن پڑھنا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:(سوائے جنابت کے کوئی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے نہیں روکتی تھی)[2]۔

۲- بغیر وضو کے مسجد میں ٹھہرنا، کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: "اے ایمان والو، جب تم نشے میں ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، جب تک کہ اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو اور جنابت کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کر لو، ہاں اگر راہ چلتے گزر جانے والے ہو تو اور بات ہے"۔[سورہ النساء:۴۳]۔

لیکن حدث اکبر والا اگر وضو کر لے تو مسجد میں ٹھہر سکتا ہے اور اسی طرح اگر صرف مسجد سے گزر جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

نمبر 4 :قضائے حاجت کے آداب:

---

(۱) مصنف نسائی (۱۲۸۰۸) (۳/۷/۱۳۷)، مسند احمد (۱۵۴۲۳) (۲۴/۱۴۹)- اور البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (۱۲۱)(۱/۱۵۴) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) ابن ماجہ (۵۹۴)(۱/۱۹۵)، ابن حبان (۷۹۹)(۳/۷۹) اور البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف سنن ترمذی (۱۴۶)(۱/۱۴۶) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت یہ باتیں مستحب ہیں:

۱-لوگوں سے دور چھپ کے قضائے حاجت کرنا۔

۲-شروع میں یہ دعا پڑھنا: "اے اللہ! میں خبیث جنّوں اور جنّیوں سے تیری پناہ چاہتاہوں"۔ (۱)

اور قضائے حاجت کے وقت یہ باتیں واجب ہیں:

۱-پیشاب سے بچنا۔

شرم گاہ کی ستر پوشی۔

اور قضائے حاجت کے وقت یہ باتیں حرام ہیں:

۱-قبلہ کی طرف چہرہ یاپیٹھ کرنا۔

۲-راستوں اور لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں میں قضائے حاجت کرنا۔

۳-ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا۔

قضائے حاجت کے وقت مکروہ باتیں:

۱-قضائے حاجت کے وقت دائیں ہاتھ سے ذکر (شرمگاہ) چھونا۔

---

(۱) بخاری (۱۴۲) (۱/ ۴۰)، مسلم (۱۲۲) (۲۸۳)۔

۲- دائیں ہاتھ سے استنجا یا پتھر وغیرہ کا استعمال کرنا۔

۳- قضائے حاجت کے وقت بات کرنا اور بالخصوص اللہ کا ذکر کرنا۔

نمبر 5 :استنجا اور پتھر وغیرہ کے استعمال سے متعلق احکام:

استنجا سے مراد ہے بول وبراز کے راستہ سے نکلنے والی گندگی کو پانی سے صاف کرنا۔

اور استجمار کا مطلب ہے بول وبراز کے راستہ سے نکلنے والی گندگی کو پانی کے بغیر پتھر یا ٹشو وغیرہ سے صاف کرنا۔

جس چیز سے استجمار کرنا ہو اس سے متعلق چند شرائط:

۱- مباح ہو۔

۲- طاہر ہو۔

۳- اس سے صفائی ممکن ہو۔

۴- ہڈی یا گوبر نہ ہو۔

۵- کوئی محترم شے نہ ہو؛ جیسے وہ اوراق جن میں اللہ تعالی کے نام ہوں۔

استجمار پر اکتفا کرنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

۱- نکلنے والی گندگی معروف جگہ کے علاوہ کہیں اور نہ لگی ہو۔

۲- صفائی کی صلاحیت رکھنے والے تین یا تین سے زائد پتھروں سے استجمار کیا جائے۔

نمبر 6 :وضو کے احکام:

تین عبادتوں کے لیے وضو واجب ہے:

۱- ہر طرح کی نماز کے لیے، فرض ہو کہ نفل۔

۲- مصحف کو چھونے کے لیے۔

۳- طواف کے لیے۔

وضو کے شروط:

۱- اسلام۔

۲- عقل۔

۳- تمییز۔

۴- نیت؛ جس کی جگہ دل ہے۔ اس لیے لفظی نیت بدعت ہے۔ اور جس نے وضو کا ارادہ کیا اس نے نیت کرلی۔ اگر صفائی یا ٹھنڈ حاصل کرنے کی نیت سے کوئی اعضائے وضو کو دھوئے تو یہ وضو نہیں شمار ہو گا۔

۵- حکم نیت کا استمرار کہ جب تک وضو مکمل نہیں ہو جاتا یہ نیت ترک نہ کرے۔

۶- موجب وضو کا انقطاع، اور اس شرط سے سلس البول کا مریض اور مستحاضہ مستثنیٰ ہیں۔

۷-بول یا براز کی صورت میں وضو سے پہلے استنجا یا استجمار کرنا۔

۸-پانی کا طہور اور مباح ہونا۔

۹-جلد تک پانی کو پہنچنے سے روکنے والی چیز کا ازالہ۔

۱۰-دائم الحدث کے لیے مزید ایک شرط یہ ہے کہ نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

وضو کے فرائض:

۱-چہرے کا دھونا، کلی اور ناک مین پانی ڈالنا بھی اسی میں شامل ہے۔

۲-دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

۳-پورے سر کا مسح کرنا، دونوں کانوں کا مسح بھی اسی میں شامل ہے۔

۴-دونوں پاؤں کو ٹخنوں کے ساتھ دھونا۔

۵-اعضائے وضو کے درمیان ترتیب کا خیال رکھنا۔

۶-تسلسل: اعضا کو دھوتے وقت درمیان میں طویل فاصلہ نہ ہو۔

وضو کا طریقہ:

۱-بسم اللہ کہنا۔

۲-ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھونا۔

۳-چہرہ کو تین بار دھونا، چہرہ دھونے میں کلی اور ناک مین پانی ڈالنا بھی شامل ہے۔

۴- کہنیوں کے ساتھ تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھونا اور پہلے دایاں ہاتھ دھونا پھر بایاں۔

۵-کانوں کے ساتھ سر کا مسح کرنا۔

۶- ٹخنوں کے ساتھ تین مرتبہ دونوں پیروں کو دھونا اور پہلے دایاں پیر دھونا اور پھر بایاں۔

وضو کے نواقض:

۱- سبیلین سے نکلنے والی چیز، جیسے: بول، براز اور ہوا۔

۲- جسم سے کثیر مقدار میں نکلنے والی کوئی نجس چیز۔

۳-نیند یا کسی اور وجہ سے عقل کا زائل ہونا۔

۴- آگے یا پیچھے کی شرم گاہ کو ہاتھ سے بغیر حائل کے چھونا۔

۵-اونٹ کا گوشت کھانا۔

۶-مرتد ہو جانا۔ اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔

نمبر 7 :ہر طرح کے موزوں پر مسح کے احکام:

۱-خف: چمڑے وغیرہ کے موزے۔

۲-جورب: اون یا روئی وغیرہ کے موزے۔

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط:

۱-مکمل طہارت کے بعد پہنا ہو۔

۲-ان سے قدم اور ٹخنے ڈھک جائیں۔

۳-موزے پاک ہوں۔

۴- مسح اس کے مقررہ وقت کے اندر کیا گیا ہو۔

۵- مسح وضو میں کیا جائے غسل میں نہیں۔

۶-موزہ حلال ہو، لہذا غصب کردہ یا مردوں کے حق میں ریشم کے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ حرام چیز سے رخصت نہیں حاصل کی جاسکتی۔

مسح کی مدت:

مقیم کے لیے: ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں۔

مسح کا طریقہ:

ہاتھ کو پانی سے بھگو کر پیروں کی انگلیوں سے پنڈلیوں تک موزوں کے اوپری حصوں پر ایک مرتبہ مسح کرنا۔

مسح کو باطل کرنے والی چیزیں :

۱- مسح کی مدت کا ختم ہو جانا۔

۲-دونوں موزوں کو یا کسی ایک موزے کو اتار دینا۔

۳-حدث اکبر میں واقع ہونا۔

موزوں پر مسح کرنے کا حکم:

مسح کرنا پیر دھونے سے افضل ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے رخصت ہے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اہل بدعت کی مخالفت ہوتی ہے۔

بینڈج، ڈریسنگ اور پٹیوں پر مسح کرنا:

عربی زبان میں وارد لفظ جبائر کہتے ہیں ان پلاسٹر یا لکڑیوں کو جو جسم کی ٹوٹی ہوئی جگہوں پر باندھی جاتی ہیں۔

اور عربی زبان کے لفظ عصائب سے مراد کپڑے وغیرہ ہیں جو زخم، جلے ہوئے یا کچلے ہوئے حصوں پر لپیٹے جاتے ہیں۔

اور عربی زبان کے لفظ لصوق کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جو بغرض علاج

زخموں یا پھوڑوں پر چسپاں کی جاتی ہیں۔

ان چیزوں پر مسح کرنے کا حکم:

ضرورت کے وقت جائز ہے بشرطیکہ ضرورت کی جگہ سے زیادہ کا مسح نہ کیا جائے
۔

اور جب ضرورت ختم ہو جائے یا اتارنے پر کوئی مشقت یا ضرر لاحق نہ ہو تو مسح کرنا جائز نہیں۔

ان چیزوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

ان کے ارد گرد کے حصہ کو دھویا جائے اور ان پر ہر طرف سے مسح کیا جائے۔
اور ان چیزوں کے اس حصہ کا مسح نہیں کیا جائے گا جو محل وضو کے علاوہ جسم کے بقیہ حصے پر ہوں۔

نمبر 8 : تیمم کے احکام:

تیمم کا مطلب ہے بغرض طہارت ایک خاص انداز میں مٹی سے چہرہ اور ہتھیلیوں کا مسح کرنا۔

تیمم کا حکم:

پانی نہ ہونے کی صورت میں یا پانی کا استعمال نہ کر پانے کی حالت میں وضو اور غسل کے بدلے تیمم کرنا واجب ہے۔

تیمم کی مشروعیت کی حکمت:

تیمم امت محمدی کے خصائص میں سے ہے، یہ اللہ کا احسان اور اس کی جانب سے کشادگی ہے۔ پچھلی امتوں میں یہ معروف نہیں تھا۔

جن حالتوں میں تیمم مشروع ہیں وہ ذیل میں مذکور ہیں:

۱-سفر یا حضر میں جب پانی ڈھونڈ کر بھی نہ ملے۔

۲-جب اس کے پاس پانی ہو لیکن پینے یا پکانے کے لیے اس کی ضرورت ہو، اگر اسے پی لے تو وہ خود یا کوئی دوسرا محترم انسان یا محترم حیوان پیاسے رہ سکتے ہوں۔

۳-جب پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے یا شفایابی میں تاخیر ہونے کا ڈر ہو۔

۴-جب بوجہ مرض حرکت نہ کر پانے کے سبب پانی استعمال نہ کر سکے، کوئی اسے وضو کرانے والا بھی نہ ہو اور وقت کے نکل جانے کا ڈر ہو۔

۵-جب پانی کے استعمال سے خنکی کا ڈر ہو اور گرمی حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔

تیمم کا طریقہ:

کھلی انگلیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ مٹی پر مارے پھر پورے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرے۔

تیمم کو باطل کرنے والی چیزیں:

۱- پانی کا مل جانا اگر تیمم پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے کیا گیا ہو یا پانی کا استعمال کر پانا اگر تیمم استعمال نہ کر پانے کی وجہ سے کیا گیا ہو۔

۲- وضو کو باطل کرنے والی یا غسل کو واجب کرنے والی کسی چیز سے بھی تیمم باطل ہو جاتا ہے جیسے جنابت، حیض اور نفاس۔

جو پانی کا استعمال نہ کر سکے اور تیمم بھی نہ کر سکے اس کا حکم:

جسے پانی یا مٹی نہ مل سکے یا اس کی حالت ایسی ہو کہ پانی یا مٹی کو چھو نہیں سکتا تو وہ اسی حالت میں بغیر وضو اور تیمم کے نماز ادا کرے گا؛ کیوں کہ اللہ تعالی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ اور اس نماز کو دہرائے گا بھی نہیں؛ کیوں کہ اس نے واجب ادا کر لیا۔ کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ”پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو“۔ [سورہ التغابن: ١٦]۔ اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کی بجا آوری کرو"۔ (١)

فائدہ: اگر جنابت کی وجہ سے تیمم کیا ہو پھر پانی مل جائے تو غسل کرے گا۔

نمبر 9 : حیض ونفاس کے احکام:

پہلا- حیض:

---

(١) بخاری (٧٢٨٨)(١٣/٣٠٨)، مسلم (٢٠٦٦)(٨/١٠٨)۔

یہ ایک طبعی اور فطری خون ہے جو مخصوص اوقات میں اندرون رحم سے نکلتا ہے، اکثر ماہانہ چھے یا سات دن نکلتا ہے؛ اور کبھی اس سے زیادہ یا کم بھی ہو سکتا ہے، اور عورت کی فطری ساخت کے مطابق اس کا مہینہ لمبا یا چھوٹا ہوتا ہے۔

حیض کے مسائل:

حالت حیض میں عورت نہ نماز پڑھے گی نہ روزہ رکھے گی اور نہ ہی اس کی جانب سے نماز اور روزہ صحیح ہو گا۔

۲- حیض سے پاک ہونے کے بعد روزے کی قضا کرے گی، نماز کی نہیں۔

۳- اس کے لیے طواف کرنا جائز نہیں۔ اور وہ قرآن بھی نہیں پڑھ سکتی۔ اور مسجد میں نہیں بیٹھ سکتی، اس کے شوہر پر اس سے جماع کرنا حرام ہے جب تک اس کا حیض نہ رک جائے اور غسل نہ کر لے۔

۴- البتہ اس کا شوہر اس سے جماع کے علاوہ دیگر طریقوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے جیسے بوس و کنار وغیرہ۔

۵- حیض کی حالت میں عورت کو اس کا شوہر طلاق نہیں دے سکتا۔

اور طہر سے مراد ہے خون کا رک جانا، چنانچہ جب خون تھم جائے تو عورت پاک ہو جاتی ہے اور اس کی مدت حیض پوری ہو جاتی ہے۔ اور تب اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ پھر جو کچھ حیض کی وجہ سے حرام تھا وہ سب کر سکتی ہے۔

اور اگر طہر حاصل ہو جانے کے بعد (حیض کے خون کی جگہ) کوئی گدلا سا یا پیلا سا پانی دیکھے تو اس کا اعتبار نہ کرے۔

دوسرا :نفاس:

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو ولادت کے وقت اور اس کے بعد نکلتا ہے اور یہ وہ خون ہوتا ہے جو حمل کے دوران رحم میں رکا ہوتا ہے۔

اور حیض کی طرح نفاس کی حالت میں بھی بجز جماع کے ہر طرح سے استمتاع کرنا حلال ہے۔

اور وہ ساری چیزیں حرام ہیں جو حیض کی حالت میں حرام ہوتی ہیں، جیسے جماع، نماز، روزہ، طلاق، طواف، قرآن پڑھنا اور مسجد میں رکنا۔ اور حیض کی طرح جب نفاس کا خون رک جائے تو غسل واجب ہو گا۔

اور حائضہ ہی کی مانند روزے کی قضا کرے گی نماز کی نہیں۔

نفاس کا اکثر مدت چالیس دن ہے۔ لیکن اگر چالیس دن سے پہلے رک جائے تو بھی اس کی مدت نفاس ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ غسل کرے گی، نماز پڑھے گی اور وہ سب کچھ کرے گی جو اس کے لیے بسبب نفاس ممنوع تھا۔

دوسرا مطلب :نماز کا بیان

سب سے پہلے :اذان واقامت کے احکام:

اذان سن ایک ہجری میں مشروع ہوئی۔ اذان کی وجہ مشروعیت یہ تھی کہ جب مسلمانوں کو اوقات معلوم کرنے میں دشواری محسوس ہوئی تو انہوں نے آپسی مشورے سے یہ طے کیا کہ اس کے لیے کوئی علامت اپنائی جائے، اسی دوران عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں یہ اذان دکھائی گئی جسے وحی الٰہی نے معتمد ٹھہرایا۔ اذان کہتے ہیں اوقات نماز کے دخول کی خبر دینے کو۔ اور اقامت سے مراد ہے نماز کھڑی ہو جانے کی خبر دینا۔ اذان واقامت مردوں کی جماعت کے واسطے فرض نمازوں کے لیے دی جاتی ہے اور یہ فرض کفایہ ہیں۔ یہ اسلام کے ظاہری شعائر میں سے ہیں انہیں موقوف کرنا جائز نہیں۔

اذان کی شرائط:

۱-مؤذن مرد ہو۔

۲-اذان بالترتیب ہو۔

۳-اذان مسلسل ہو۔

۴-اذان دخول وقت کے بعد دی جائے۔ اور اس شرط سے دو اذانیں مستثنیٰ ہیں؛ فجر اور جمعہ کی پہلی اذان۔

اذان کی سنتیں:

۱-دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں ڈالنا۔

۲-اول وقت میں اذان دینا۔

۳- حي على الصلاة اور حي على الفلاح کہتے ہوئے دائیں اور بائیں مڑنا۔

۴- مؤذن کا خوش نوا ہونا۔

۵- اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے لیکن حد سے زیادہ نہ کھینچے۔

٦- اذان کے ہر جملہ کے اخیر میں ٹھہرے۔

۷- اذان دیتے وقت قبلہ رخ ہو۔

۸- اذان کے جملے پندرہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہی اذان کہتے تھے۔

اذان کے الفاظ:

(الله أكبر) چار مرتبہ۔

(أشهد أن لا إله إلا الله) دو مرتبہ۔

(أشهد أن محمدا رسول الله) دو مرتبہ۔

(حي على الصلاة) دو مرتبہ۔

(حي على الفلاح) دو مرتبہ۔

پھر (الله أكبر) دو مرتبہ۔

اخیر میں (لا إله إلا الله) ایک مرتبہ۔

اور فجر میں حي علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ (الصلاة خير من النوم) کا اضافہ کرے گا؛ کیوں کہ اس وقت لوگ اکثر سوتے ہیں۔

اور اقامت کے جملے بارہ ہیں، اقامت کے جملے جلدی جلدی کہنا ہے، چوں کہ اقامت کا مقصد مسجد میں موجود لوگوں کو آگاہ کرنا ہے اس لیے اسے زیادہ کھینچنے کی ضرورت نہیں۔

اقامت کے الفاظ یوں ہیں:

(الله أكبر) دو مرتبہ۔

(أشهد أن لا إله إلا الله) ایک مرتبہ۔

(أشهد أن محمدا رسول الله) ایک مرتبہ۔

(حي على الصلاة) ایک مرتبہ۔

(حي على الفلاح) ایک مرتبہ۔

(قد قامت الصلاة) دو مرتبہ۔

(الله أكبر) دو مرتبہ۔

(لا إله إلا الله) ایک مرتبہ۔

اور اذان سننے والے کے لیے مستحب ہے کہ مؤذن کے الفاظ کو دہرائے، لیکن (حي على الصلاة) اور (حي على الفلاح) کی جگہ (لا حول ولا قوة إلا بالله) کہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد یہ دعا پڑھے: «اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلاة القائمة، آت محمدًا الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقامًا محمودًا الذي وعدته، إنك لا تخلف الميعاد» ”اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ اور قائم ہونے والی نماز کے رب، تو محمد ﷺ کو خاص تقرب اور خاص فضیلت عطا کر اور انھیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔“[1]۔ اور یہ دعا بھی کہے: «رضيت بالله ربًّا، وبالإسلام دينًا، وبمحمد ﷺ نبيًّا» "میں اس بات سے راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرے نبی ہیں“۔

بلا عذر یا واپسی کی نیت کے بغیر اذان کے بعد مسجد سے نکلنا حرام ہے۔

اور جمع بین الصلاتین کی صورت میں اذان ایک ہوگی اور اقامت ہر نماز کے لیے الگ الگ۔

---

(۱) ابن باز رحمہ اللہ اپنے مجموع الفتاوی (۲۹/ ۱۴۱) میں فرماتے ہیں: (بیہقی کے نزدیک جابر رضی اللہ عنہ سے بسند جید آپ کے قول (الذی وعدتہ) کے بعد (إنک لا تخلف المیعاد) کی زیادتی مروی ہے۔

نمبر دو: نماز کا مقام ومرتبہ اور اس کی فضیلت:

نماز شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے اہم اور مؤکد رکن ہے۔ اور اسلام میں اس کا خاص مقام ہے اللہ نے اسے معراج کی رات آسمان میں اپنے رسول پر فرض کیا، جس سے اس کی عظمت، اللہ تعالی کے ہاں اس کا مقام اور اس کا بالتاکید واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نماز کی فضیلت اور اس کے فرض عین ہونے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ نماز کی فرضیت دین اسلام کے معلوم بالضرورۃ امور میں سے ہے۔

نماز کے واجب اور حتمی ہونے کے چند دلائل ذیل میں مذکور ہیں:

۱- فرمان الٰہی ہے: ”بیشک نماز ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے“۔[سورہ النساء:۱۰۳] یعنی ان اوقات میں فرض ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

۲- فرمان الٰہی ہے: ”حالاں کہ انھیں یہی حکم دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر، اور نماز کو قائم رکھیں“۔[سورہ البینۃ:۵]۔

۳- فرمان الٰہی ہے: ”اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں“۔[سورہ التوبہ:۱۱]۔

۴- جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ”بے شک آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز کا ترک کرنا ہے“۔[1]

۵- بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان نماز کا فرق ہے تو جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا“[2]۔

اور جو نماز کے وجوب کا انکار کرے اس کے کافر ہونے پر علما کا اجماع ہے۔ اور جو لاپرواہی اور سستی میں نماز چھوڑے تو صحیح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے، اس کی دلیل ابھی گذر چکی صحیح حدیث ہے نیز اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی دلیل ہے۔

نمبر تین: نماز کی شرائط:

1- دخول وقت:

کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ”بیشک نماز ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے“۔ [سورہ النساء:۱۰۳]۔ یعنی متعین اوقات میں فرض ہے۔

فرض نمازوں کے اوقات نیچے مذکور ہیں:

---

(۱) مسلم، کتاب الایمان (۸۲)(۱/۸۸)۔

(۲) ترمذی، کتاب الایمان (۲۶۵)(۵/۱۴)، امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے، اور شیخ البانی نے اسے صحیح الترغیب والترھیب میں صحیح قرار دیا ہے۔

ا- نماز فجر: طلوعِ فجر اور طلوعِ شمس کا درمیانی وقت۔

ب- نماز ظہر: زوال شمس سے اس وقت تک جب ہر چیز کا سایہ لمبائی میں اس کے برابر ہو جائے۔

ج- نماز عصر: ظہر کا وقت نکلنے سے سورج زرد ہونے اور بوقت ضرورت سورج ڈوبنے تک۔

د- نماز مغرب: سورج ڈوبنے سے لال شفق غائب ہونے تک۔

ہ- نماز عشا: لال شفق غائب ہونے سے آدھی رات تک۔

2- شرم گاہ کی ستر پوشی:

شرم گاہ سے مراد جسم کا وہ حصہ جسے ڈھانکنا ضروری ہے اور جس کے کھلنے پر شرم آئے۔ مرد کی شرم گاہ ناف سے گھٹنے تک ہے، اور عورت نماز کی حالت میں سوائے چہرہ کے اپنا پورا جسم ڈھانکے گی۔ اور غیر محرموں کے سامنے اپنے چہرے کا بھی پردہ کرے گی۔

3- نجاست سے دوری:

نجاست سے مراد چند مخصوص گندگیاں ہیں جن کے ساتھ نماز نہیں ہوتی؛ جیسے بول وبراز اور خون وغیرہ، یہ گندگیاں جسم، جگہ اور کپڑے پر ہوتی ہیں۔

4۔ قبلہ کی جانب منہ کرنا۔

قبلہ کعبہ شریف کو کہتے ہیں، اس کو قبلہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ اس کی جانب رخ کرتے ہیں۔

استقبال قبلہ کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: "اور تم جہاں بھی رہو اپنے چہرے اسی (قبلہ) کی طرف پھیرو"۔ [سورہ البقرہ: ۱۴۴]۔

5- نیت:

نیت کے لغوی معنی ہیں ارادہ کے، اور شریعت کی اصطلاح میں نیت کا مطلب ہے اللہ تعالی کی قربت حاصل کرنے کے لیے کسی عبادت کو انجام دینے کا عزم کرنا۔ نیت دل میں ہوتی ہے، زبان سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے۔

نمبر 4: نماز کے ارکان:

نماز کے ارکان چودہ ہیں جو حسب ذیل ہیں:

پہلا رکن: اگر استطاعت ہو تو کھڑا ہونا۔

کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: "اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو"۔ [البقرۃ/۲۳۸]۔ اور عمران رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر پڑھ لو اور اگر بیٹھ کر بھی پڑھنے کی طاقت نہیں تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو"۔[۱]

---

(۱) بخاری (۱۱۱۷) (۲/ ۵۸۷)، ترمذی (۳۷۲) (۲/ ۲۱۸)۔

یعنی اگر کسی مرض کی وجہ سے کھڑا ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر یا پہلو کے بل جیسے ممکن ہو نماز ادا کرے گا۔ ڈرا ہوا، ننگا انسان اور جسے کسی علاج کے تحت بیٹھنا یا لیٹنا پڑے یہ سب مریض کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح اگر امام راتب کسی سبب سے کھڑا نہ ہو سکے تو پیچھے سارے مقتدی امام کی اتباع میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کریں گے۔ رہی بات نفل نمازوں کی تو طاقت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسی صورت میں نیکی کم ہو گی۔

دوسرا رکن: تکبیر تحریمہ:

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو"۔[1]

تکبیر تحریمہ میں (اللہ اکبر) ہی کہنا ضروری ہے کچھ اور کہنا اس کی طرف سے کافی نہیں ہو گا۔

تیسرا رکن: سورہ فاتحہ پڑھنا۔

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی"۔[2]

چوتھا رکن: ہر رکعت میں رکوع کرنا۔

---

(۱) بخاری (۶۲۵۱) (۱۱/۴۴)، مسلم (۸۸۴) (۲/۳۳۰)۔

(۲) بخاری (۷۵۶) (۲/۳۰۶)، مسلم (۸۷۲) (۴/۴۲۲)۔

کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: (اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو) [سورہ الحج:۷۷]۔

پانچواں اور چھٹا رکن:

رکوع سے سر اٹھانا اور پہلے کی طرح سیدھے کھڑے ہو جانا؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل ہمیشہ کرتے رہے۔

اور مسیء صلاۃ سے فرمایا: "پھر (اپنا سر) اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ"۔[1]

ساتواں رکن: ساتوں اعضا کے بل سجدہ کرنا:

ساتوں اعضا یہ ہیں: پیشانی اور اس کے ساتھ ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کی انگلیاں۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "ہمیں سات ہڈیوں کے بل سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی - اور آپ نے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا-، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کی انگلیاں"۔[2]

آٹھواں رکن: سجدہ سے سر اٹھانا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ سے سر

---

(۱) بخاری (۷۹۳)، مسلم (۳۹۸)۔

(۲) بخاری (۸۱۲)، مسلم (۴۹۰)۔

اٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہیں کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے"۔[۱]

نواں رکن: تمام ارکان کو اطمینان کے ساتھ انجام دینا:

اور اطمینان سے مراد ٹھہراؤ ہے گرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیء صلاۃ سے فرمایا: "یہاں تک کہ تم مطمئن ہو جاؤ"۔[۲]

دسواں اور گیارہواں رکن:

آخری تشہد اور اس کے لیے بیٹھنا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی نماز پڑھے تو یہ دعا کہے: "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" ساری تعظیمات، سب دعائیں اور تمام پاکیزہ اقوال واعمال اللہ کے لئے ہیں، اے نبی آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔[۳]

---

(۱) صحیح مسلم (۴۹۸)۔

(۲) بخاری (۷۲۴)، مسلم (۳۹۸)(۶/۳۹۸)۔

(۳) بخاری (۷۹۷)، مسلم (۴۰۲)۔

بارہواں رکن :آخری تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا:

اس کے لیے صرف اتنا کہنا کافی ہے:«اللهم صلِّ على محمد» اوراس سے زیادہ کہنا سنت ہے۔

تیرہواں رکن :تمام ارکان کو بالترتیب انجام دینا:

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ اور آپ کا فرمان ہے:"تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھاہے"۔اوراس ترتیب کی تعلیم آپ نے مسیءصلاۃ کو بھی دی تھی۔

چودہواں رکن :سلام پھیرنا:

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "اور نماز سلام کے ساتھ ختم ہوتی ہے"۔ اور فرمایا:"نماز سے حلال ہونے کا ذریعہ سلام ہے"۔[1]

نمبر 5 :نماز کے واجبات:

نماز کے واجبات آٹھ ہیں:

۱- تکبیر تحریمہ کے سواباقی تکبیریں۔

۲-رکوع میں ایک بار«سبحان ربي العظيم» کہنا۔ یہ دعا تین بار کہنا سنت

---

(۱)بخاری(۱۱۱۰)(۲/۴۳۸)۔

اور کمال کا ادنی درجہ ہے۔ اور دس مرتبہ کہنا اعلی درجہ ہے۔

۳- امام اور منفرد دونوں کا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد «سمع الله لمن حمده» کہنا۔

۴- رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں «ربنا ولك الحمد» کہنا

۵- سجدہ میں ایک بار «سبحان ربي الأعلى» کہنا۔ اور تین بار تک کہنا مسنون ہے۔

٦- دونوں سجدوں کے درمیان ایک بار «ربي اغفر لي» کہنا۔ اور تین بار تک کہنا مسنون ہے۔

۷- پہلا تشہد: جس میں یہ دعا کہے گا: "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ (ساری تعظیمات، سب دعائیں اور تمام پاکیزہ اقوال واعمال اللہ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور گواہی دیتا

ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔

۸- پہلے تشہد کے لیے بیٹھنا۔

نمبر 6 :نماز کی سنتیں:

سنت چھوڑنے کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ سنتیں دو قسم کی ہیں: قولی اور فعلی۔

نمبر ایک :قولی سنتیں:

۱- دعائے ثنا، اور اس کے کئی الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن میں سے ایک یوں ہے: ''سُبْحَانَكَ اللهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ'' اے اللہ! تو پاک ہے، تیری ہی تعریف ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان سب سے اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

۲- سورۂ فاتحہ سے قبل اللہ تعالی سے پناہ مانگنا، یعنی «أعوذ بالله من الشيطان الرجيم» کہنا۔

۳- قرات سے پہلے بسملہ یعنی ''بسم الله الرحمن الرحيم'' کہنا۔

۴- رکوع اور سجدہ میں ایک سے زائد بار تسبیح پڑھنا۔

۵- ایک سے زائد بار «رب اغفر لي» (اے میرے رب! مجھے معاف فرما) کہنا دونوں سجدوں کے درمیان۔

۶- «ملء السماوات، وملء الأرض، وملء ما بينهما، وملء ما شئت من شيء بعد» یہ زائد الفاظ کہنا «ربناولک الحمد» کے بعد۔

۷- سورۂ فاتحہ کے بعد کی قرات۔

۸- تشہد اخیر میں یہ دعا کہنا: "اللَّهمَّ إنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا وَالمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ المَسِيْحِ الدَّجَّالِ" اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔ اور دیگر دعائیں کہنا۔

نمبر دو: فعلی سنتیں:

ا- چار جگہوں پر کانوں یا کندھوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھانا:

ا- تکبیر تحریمہ کے وقت۔

ب- رکوع میں جاتے وقت۔

ج- رکوع سے اٹھتے وقت۔

د- تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوتے وقت۔

۲- حالتِ قیام میں، رکوع سے پہلے ہو یا رکوع کے بعد، دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر سینہ کے اوپر رکھنا۔

۳- سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھنا۔

۴- سجدہ کے دوران دونوں بازؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنا۔

۵- سجدوں کے دوران رانوں کو پیٹ سے دور رکھنا۔

٦- نماز کی تمام بیٹھکوں میں پیروں کو بچھائے رکھنا سوائے تین اور چار رکعتوں والی نماز کے آخری تشہد کے۔

تین یا چار رکعتوں والی نماز کے آخری تشہد میں تورک کرنا۔

نمبر 7 : نماز پڑھنے کا طریقہ :

ا- نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ رخ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور ہتھیلی کا اندرونی حصہ قبلہ کی طرف ہوتا تھا۔ اور پھر کہتے: "اللہ اکبر"۔

۲- پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر سینے پر رکھتے۔

۳- پھر دعائے استفتاح پڑھتے جو ہمیشہ ایک ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں

جتنی دعائیں آپ سے ثابت ہیں وہ سب پڑھنا جائز ہے۔ ان میں سے ایک دعا یوں ہے: "سُبْحَانَكَ اللهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ" اے اللہ! تو پاک ہے، تیری ہی تعریف ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان سب سے اونچی ہے اور تیرے سوا معبود برحق نہیں۔

۴- پھر "أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" کہتے۔

۵- پھر سورۂ فاتحہ پڑھتے اور اس کو ختم کرنے کے بعد آمین کہتے۔

۶- پھر جتنا میسر ہوتا اتنا قرآن میں میں سے پڑھتے۔ فجر اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں اونچی آواز میں قرات کرتے۔ اور ان دو رکعتوں کے علاوہ میں سری قرات کرتے۔ آپ کی پہلی رکعت ہمیشہ دوسری رکعت سے لمبی ہوتی۔

۷- پھر رفع الیدین کرتے جیسا کہ شروع میں رفع یدین کیا تھا، پھر (الله أكبر) کہتے ہوئے رکوع میں جاتے پھر کھلی انگلیوں کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑتے، پیٹھ کو سیدھا اور سر کو اس کے برابر رکھتے نہ اوپر نہ نیچے، اور "سبحانَ ربِّيَ العظيم"۔ (پاک ہے میرا رب، جو بڑی عظمت والا ہے)۔ کہتے۔ ایک مرتبہ کہنا (واجب ہے)۔ اور تین مرتبہ کہنا کمال کا ادنی درجہ ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

۸- پھر (سمع الله لمن حمده) کہتے ہوئے سر اٹھاتے، اور رفع الیدین کرتے

جیسے رکوع میں جاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

۹- پھر سیدھے کھڑے ہو کر یہ دعا کہتے: ”اے اللہ! ہمارے رب! تیرے ہی لیے ہر قسم کی بابرکت اور اچھی تعریف ہے اتنی زیادہ کہ جس سے آسمان بھر جائیں، زمین بھر جائے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ سب بھر جائے اور اس کے بعد ہر وہ چیز بھی بھر جائے جو تو چاہے، اے تعریف اور بزرگی کے لائق !سب سے سچی بات جو بندے نے کہی ۔جب کہ ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ (یہ ہے کہ): اے اللہ! جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔“ [٦٤] اور آپ دیر تک اس حالت میں کھڑے رہتے۔۔

۱۰- پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے اور اس جگہ رفع الیدین نہیں کرتے، اور پیشانی، ناک، دونوں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کی انگلیوں کے بل سجدہ کرتے، انگلیاں قبلہ کی طرف ہوتیں، پیٹھ سیدھی رکھتے، پیشانی اور ناک زمین پر رکھ دیتے۔ کہنیوں کو اٹھا کر ہتھیلیوں کے بل سجدہ کرتے، بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے، اور پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے بلند رکھتے۔ اور سجدہ کے دوران «سبحان ربي الأعلى» کہتے۔ ایک مرتبہ کہنا (واجب ہے) اور تین مرتبہ کہنا کمال کا ادنی درجہ ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر وارد دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

۱۱- پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے پھر بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ

جاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔ پھر ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھتے: "اللهمَّ اغفِرْ لي، وارحَمني، واجبُرني، واهدِني، وارزُقني"۔ (اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے نعم البدل عطا کر، مجھے ہدایت دے اور میرے لیے روزی کی راہیں ہموار کر دے)۔

۱۲- پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے اور دوسری رکعت کو پہلی رکعت ہی کے جیسے ادا کرتے۔

پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنا سر اٹھاتے اور گھٹنوں اور رانوں پر بوجھ ڈالتے ہوئے سیدھے اٹھ کھڑے ہوتے۔

۱۴- مکمل کھڑے ہو جانے کے بعد قرات شروع کرتے۔ اور دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح ادا کرتے۔

۱۵- پھر بائیں پیر کو بچھا کر تشہد اول کے لیے بیٹھتے جیسے دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے۔ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے، اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور بڑی انگلی سے حلقہ کی شکل بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ دعا پڑھتے: "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَه لا شَرِيْكَ له، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" ساری تعظیمات، سب دعائیں اور تمام پاکیزہ اقوال واعمال اللہ کے لئے ہیں، اے نبی آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور آپ کی یہ بیٹھک مختصر ہوتی۔

١٦- پھر تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوتے اور تیسری اور چوتھی رکعتیں پہلی دو رکعتوں سے ہلکی ادا کرتے۔ اور ان مین بھی سورۂ فاتحہ پڑھتے۔

١٧- پھر تورک کے ساتھ تشہد اخیر میں بیٹھتے۔ اور تورک کی صورت یہ ہے کہ نمازی اپنے بائیں پیر کو بچھا کر دائیں پیر کے نیچے سے نکالے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھتے ہوئے زمین پر بیٹھے۔

١٨- پھر تشہد اول ہی کی طرح تشہد اخیر کی دعا پڑھتے۔ اور اس تشہد میں درود بھی پڑھتے: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ" اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسے رحمت نازل کی تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر، بے شک تو قابلِ تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکت نازل فرما محمد پر اور آلِ محمد پر، جیسے برکت نازل کی ابراہیم پر اور آلِ ابراہیم پر بے شک تو قابلِ

تعریف اور بزرگی والا ہے۔

۱۹- اور اس تشہد میں جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنہ، اور مسیح دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ اور کتاب وسنت میں وارد دیگر دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ ۲۰- پھر دائیں طرف یہ کہتے ہوئے سلام پھیرتے: "السلام علیکم ورحمة الله" اور اسی طرح بائیں طرف بھی سلام پھیرتے۔ قبلہ رخ ہو کر سلام شروع کرتے اور جہاں تک چہرے کو موڑتے وہاں ختم کرتے۔

نمبر 8 : نماز کے دوران مکروہ چیزیں:

۱- بلا ضرورت ادھر ادھر دیکھنا۔

۲- آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا۔

۳- بغیر ضرورت کے آنکھیں بند کرنا۔

۴- سجدہ کے دوران بازؤں کو بچھانا۔

۵- بلا وجہ ناک اور منہ کو ڈھانکنا۔

٦- قضائے حاجت کی شدید حاجت کے وقت یا ایسے کھانے کی موجودگی میں نماز ادا کرنا جس کی اشتہا ہو۔

۷- سجدہ کے دوران اگر ناک یا پیشانی پر کچھ لگ جائے تو اسے صاف کرنا، البتہ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸- اگر ضرورت نہیں تو قیام کی حالت میں دیوار وغیرہ پر ٹیک لگانا۔

نمبر نو : نماز کو باطل کرنے والی چیزیں:

۱- کھانا پینا۔

۲- نماز کے باہر کی باتیں۔

۳- ہنسی اور قہقہہ۔

۴- عمداً کسی رکن یا واجب کو ترک کرنا۔

۵- قصداً کسی رکن یا رکعت کا اضافہ کرنا۔

۶- جان بوجھ کر امام سے پہلے سلام پھیرنا۔

۷- نماز کے باہر کی غیر ضروری مسلسل حرکتیں۔

۸- نماز کی کسی شرط کے منافی کوئی کام؛ جیسے وضو ٹوٹنا، عمداً ستر کھولنا، بلا ضرورت قبلہ سے زیادہ پھر جانا اور نیت ختم کرنا۔

نمبر دس : سجدۂ سہو:

سہو کے معنی ہیں بھولنے کے، اور نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سہو ہوا ہے کیوں کہ بھولنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو ہونا اس امت

کے لیے ایک نعمت اور ان کے دین کا حصہ تھا تاکہ لوگ سہو کے مسائل میں آپ کی اتباع کریں۔

سجدۂ سہو کے اسباب:

۱-پہلی حالت:

نماز میں افعال یا اقوال کی زیادتی:

ا- افعال کی زیادتی :اگر یہ افعال نماز کی جنس سے ہوں تو سجدۂ سہو کیا جائے گا ؛ جیسے بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو جانا، کھڑا ہونے کی بجائے بیٹھ جانا یا زائد رکوع یا سجدہ کر لینا۔

ب- اقوال کی زیادتی :جیسے رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا۔ اس کے لیے سجدۂ سہو کرنا مستحب ہے۔

۲-دوسری حالت:

نماز میں کمی کرنا،اور یہ دو طرح سے ہو سکتا ہے:

ا- کوئی رکن ترک کر دینا: اگر یہ رکن تکبیر تحریمہ ہو تو نماز کا اعتبار ہی نہیں ہو گا نتیجۃً سجدۂ سہو کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور اگر کوئی دوسرا رکن ترک کرے اور دوسری رکعت کی قرات شروع کرنے سے پہلے یاد آجائے تو وجوبی طور پر دوبارہ اس رکن کو اور اس رکعت کے دیگر اعمال کو ادا کرے گا۔

اور اگر دوسری رکعت کی قرات شروع کرنے کے بعد یاد آئے تو وہ رکعت باطل ہو گی اور اگلی رکعت اس کے قائم مقام ہو گی۔

ب- کوئی واجب ترک کرنا: جیسے تشہد اول بھول جائے یا رکوع کی تسبیح چھوٹ جائے۔ تو اس حالت میں سجدۂ سہو کرے گا۔

۳- تیسری حالت: شک:

جیسے اگر کسی کو ظہر میں شک ہو جائے کہ تین پڑھی یا چار تو اس حالت میں:

ا- اگر اسے ظن غالب حاصل ہو تو اس کے مطابق عمل کرے گا اور سجدۂ سہو کرے گا۔

ب- اگر ظن غالب نہ حاصل ہو سکے تو جس پر یقین ہو اس کا اعتبار کرے گا اور سجدۂ سہو کرے گا۔

اور اگر شک نماز کے بعد ہو یا وہ بہت زیادہ شکوک کا شکار ہو تا ہو تو اس طرح کے کسی شک پر توجہ نہ دے۔

فائدہ: اگر نماز میں کوئی کمی یا شک ہو اور ظن غالب حاصل نہ ہو پائے تو سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہو گا۔ اور اگر کوئی زیادتی ہو یا ظن غالب پر عمل کیا ہو تو سجدۂ سہو سلام کے بعد ہو گا۔ ویسے سجدۂ سہو سلام سے پہلے بھی صحیح ہے اور سلام کے بعد بھی۔

نمبر 11 :نماز کے ممنوع اوقات:

اصلا نماز ہر وقت جائز ہے، لیکن شریعت نے بعض اوقات میں نماز کو ممنوع قرار دیا ہے:

۱- فجر کے بعد سے اس وقت تک جب دیکھنے میں سورج ایک نیزہ کے بقدر بلند ہو جائے۔

۲- جب سورج آسمان کے بیچ و بیچ ہو یہاں تک کہ ڈھل جائے۔ اور یہ سب سے مختصر ممنوع وقت ہوتا ہے۔

۳- عصر کی نماز سے غروب شمس تک، اور یہ سب سے لمبا ممنوع وقت ہے۔

وہ نمازیں جو ممنوع اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں:

۱- فرض نمازوں کی قضا۔

۲- اسباب والی نمازیں، جیسے تحیۃ المسجد، سنت طواف، کسوف اور جنازہ کی نمازیں۔

۳- نماز فجر کے بعد سنت فجر کی قضا۔

نمبر 12 :نماز باجماعت:

مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا اسلام کے عظیم شعائر میں سے ایک ہے، بلکہ یہ اسلام کا عظیم ترین شعیرہ ہے، اور تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پانچوں نمازیں مسجدوں میں باجماعت ادا کرنا اہم اور عظیم ترین عبادتوں میں سے ہے۔

1- باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم:

جن مردوں کے پاس کوئی عذر نہ ہو ان پر پانچوں نمازیں باجماعت مسجدوں میں ادا کرنا عین واجب ہے۔ خواہ وہ حضر میں ہوں یا سفر میں، امن کی حالت میں ہوں یا خوف کی۔

کتاب وسنت کے نصوص اور شروع سے آج تک ہر زمانے میں مسلمانوں کا عمل جماعت کے وجوب پر دلیل ہے۔

قرآنی دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(جب تم ان میں ہو اور ان کے لیے نماز کھڑی کرو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ کھڑی ہو)۔ [النساء:۱۰۲]۔ یہ آیت جماعت کے وجوب کی تاکید پر دلیل ہے، کیوں کہ حالت خوف میں بھی مسلمانوں کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو خوف اس کے لیے سب سے بڑا عذر ہوتا۔ بلکہ جماعت کے سلسلہ میں سستی کرنا منافقوں کی ایک مشہور ترین صفت ہے۔

اور سنت کے ذخیرہ میں اس بارے میں بہت ساری حدیثیں موجود ہیں، جن میں سے:

یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں آئی ہے۔ کہ ایک نابینا شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول، مجھے مسجد تک لانے والا کوئی نہیں، اور آپ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی، جب وہ جانے لگا آپ

نے اسے واپس بلا کر پوچھا: "کیا تمھیں اذان سنائی دیتی ہے؟"، کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: "تو اذان کا جواب دو اور مسجد میں حاضر ہو"۔ (۱)۔

یہ آدمی نابینا تھا اور اسے کافی دقتوں کا سامنا تھا پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اذان کا جواب دینے اور مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔

2- جس چیز کے ملنے سے جماعت مل جاتی ہے:

اگر امام کے ساتھ ایک رکعت مل جائے تو جماعت مل جاتی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے کسی نماز کی ایک رکعت پالی یقیناً اس نے وہ نماز پالی"۔ (۲)

3- جس چیز کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے:

رکوع کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ سو جب مسبوق امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اس پر واجب ہے کہ کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ پڑھے پھر دوبارہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے۔ لیکن اگر تکبیر تحریمہ پر اکتفا کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

4- جن اعذار کی وجہ سے جماعت چھوڑنا جائز ہے:

ا- ایسا مرض جس کی وجہ سے جمعہ اور جماعت میں حاضری میں مشقت لاحق ہو۔

---

(۱) یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مسلم (۱۴۸۴)(۳/۱۵۷)۔
(۲) بخاری (۶۰۹)، مسلم (۶۰۲)۔

۲- جب قضائے حاجت کی شدید ضرورت ہو۔ کیوں کہ اس حال میں نماز کے دوران خشوع وخضوع ممکن نہیں اور اس سے جسم کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔

۳- جب انسان کو سخت بھوک لگی ہو یا کھانے کی اشتہا ہو اور کھانا حاضر ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اسے عادت یا جماعت چھوڑنے کا بہانا نہ بنالے۔

۴- جب نفس یا مال وغیرہ کے بارے میں یقینی خوف لاحق ہو۔

نمبر 13 :صلاۃ الخوف (ڈر کی حالت میں پڑھی جانے والی نماز):

ہر جائز لڑائی کے دوران صلاۃ الخوف مشروع ہے۔ جیسے کافروں، باغیوں اور محاربہ کرنے والوں کے ساتھ لڑائی۔ کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:(اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے)۔[سورہ النساء:۱۰۱]۔ اور ان پر ان باقی لوگوں کو بھی قیاس کیا جائے گا جن کے ساتھ لڑائی جائز ہے۔

صلاۃ الخوف کی دو شرطیں ہیں:

۱- دشمن ایسا ہو کہ اس کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہو۔

۲- نماز کے دوران مسلمانوں پر اس کے حملہ کا ڈر ہو۔

صلاۃ الخوف کی ادائیگی کا طریقہ:

اس نماز کے کئی طریقے ہیں: مشہور ترین طریقہ کا ذکر سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

کی حدیث میں ہوا ہے: ایک جماعت نے آپ کے ساتھ صف بندی کی اور ایک جماعت دشمن کے ساتھ برسر پیکار رہی تو جو جماعت آپ کے ساتھ تھی اسے آپ نے ایک رکعت پڑھائی پھر آپ کھڑے رہے اور صحابہ نے خود ایک رکعت پوری کرلی پھر وہ چلے گئے اور انہوں نے دشمنوں کے سامنے صف بندی کرلی اب دوسری جماعت آئی تو آپ نے انہیں نماز کی باقی رکعت پڑھائی پھر آپ بیٹھے رہے اور صحابہ نے خود ایک رکعت پوری کرلی پھر آپ نے سب کے ساتھ سلام پھیرا۔[1]

صلاۃ الخوف سے مستفاد باتیں:

۱- اسلام میں نماز اور بالخصوص نماز باجماعت کی اہمیت۔ کہ ان مشکل اور نازک حالات میں بھی ساقط نہیں ہوئی۔

۲-اس امت سے تنگی اور دشواری کو دور کر دیا گیا۔ شریعت اسلامیہ کی آسانی اور اس کا ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لیے مناسب ہونا۔ ۳- شریعت اسلامیہ کا مکمل ہونا۔ جس نے ہر حالت کے لیے مناسب حکم نافذ کیا ہے۔

نمبر 14 :جمعہ کی نماز:

نمبر ایک: نماز جمعہ کا حکم:

نماز جمعہ ہر عاقل، بالغ اور مسلمان مرد پر فرض ہے جو مقیم اور غیر معذور ہو۔

---

(۱) بخاری (۴۱۳۰)، مسلم (۸۴۲)۔

کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:(اے ایمان والوں! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)۔ [الجمعة:٩]۔ اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”خبر دار! لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالی ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے“۔[1]

نمبر دو: نماز جمعہ کی صحت کی شرائط:

١- وقت: نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے۔ چنانچہ نہ تو جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کے وقت سے پہلے صحیح ہوگی اور نہ ہی اس کے بعد۔

٢- جماعت کے ساتھ ادا کرنا، اور صحیح قول کے مطابق جماعت کی اقل تعداد تین ہے۔ چنانچہ نہ اکیلے شخص کی جمعہ صحیح ہوگی اور نہ دو لوگوں کی۔

٣- نمازی ایسی دائمی رہائشوں میں رہنے والے ہوں جن میں عام طور سے لوگ رہتے ہیں، چاہے سمنٹ کے ہوں یا مٹی یا پتھر وغیرہ کے۔ اس لیے اہل بادیہ اور خیموں میں رہنے والوں کی جمعہ نہیں ہوگی جو کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے بلکہ جہاں بھی انہیں مویشیوں کے لیے چارہ مل جاتا ہے وہیں منتقل ہو جاتے ہیں۔

٤- جمعہ کی نماز سے پہلے دو خطبے ہوں؛ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دو خطبوں

---

(١) مسلم، کتاب الجمعہ (٨٦٥)(٥٩١١٢)۔

کی پابندی کرتے تھے۔

نمبر تین :جمعہ کے دونوں خطبوں کے ارکان:

۱-اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرنا اور شہادتین۔

۲-پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

۳-تقوی کی وصیت کرنا۔

۴-قرآن کریم میں سے کچھ پڑھنا۔

۵-وعظ ونصیحت کرنا۔

نمبر چار :جمعہ کے دونوں خطبوں سے متعلق مستحب باتیں:

۱-منبر پر خطبہ دینا۔

۲-دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا۔

۳-مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے لیے دعا کرنا۔

۴-مختصر خطبہ دینا۔

۵-منبر پر چڑھتے وقت خطیب کا لوگوں کو سلام عرض کرنا۔

نمبر پانچ :جمعہ کے دن مستحب اعمال:

۱- مسواک کرنا۔

۲-خوشبو لگانا، اگر میسر ہو۔

۳-جمعہ کے لیے جلدی نکلنا۔

۴-پیدل مسجد جانا۔

۵-امام کے قریب رہنا۔

۶-دعا کرنا۔

۷-سورۂ کہف کی تلاوت کرنا۔

۸-نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

نمبر چھ :جو جمعہ میں حاضر ہو اس کے لیے ممنوع چیزیں:

۱-خطبہ کے دوران بات کرنا۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جب جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہو کہ "خاموش ہو جاؤ" تو (ایسا کہہ کر) تم نے خود ایک لغو حرکت کی''[1]۔ یعنی تم نے لغو بات کہی اور لغو سے مراد گناہ ہے۔

۲- گردنوں کو پھلانگ کر آگے جانا مکروہ ہے، لیکن اگر امام ہو یا سامنے کی طرف کوئی خالی جگہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) بخاری، کتاب الجمعہ (۹۳۴) (۲/ ۱۳)، مسلم، کتاب الجمعہ (۸۵۱) (۲/ ۸۵۱)۔

جمعہ کو پانا:

جو امام کے ساتھ دوسری رکعت کا رکوع پا جائے اس نے جمعہ پالی، اس لیے وہ دو رکعت پوری کرے گا۔ اور جسے دوسری رکعت کا رکوع نہیں ملا اس کی جمعہ فوت ہو گئی چناچہ وہ چار رکعت ظہر ادا کرے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی کی جمعہ نیند و غیرہ کی وجہ سے فوت ہو جائے تو وہ بھی چار رکعت ظہر ادا کرے گا۔

نمبر 15 :معذور لوگوں کی نمازیں:

نمبر ایک :مریض کی نماز:

نمبر ایک: مریض پر واجب ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق نماز ادا کرے۔ اور جب تک ہوش باقی ہو نماز میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

نمبر دو: مریض کیسے نماز ادا کرے گا؟

۱- اگر مریض بلا کسی نقصان یا مشقت کے کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکے تو اس کے لیے کھڑا ہو کر نماز ادا کرنا اور رکوع سجدہ کرنا ضروری ہے۔

۲- اگر قیام کی استطاعت ہو لیکن رکوع یا سجدہ کرنے میں دقت ہو تو کھڑے ہو کر اشارہ میں رکوع کرے گا اور بیٹھے بیٹھے اشارہ میں سجدہ کرے گا۔

۳- اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے گا۔ اور سنت یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے اور اشارہ میں رکوع کرے اور اگر ممکن ہو تو زمین پر سجدہ کرے ورنہ اشارہ ہی میں سجدہ

کرے اور سجدہ کے دوران رکوع سے زیادہ جھکے۔

۴-اگر بیٹھ کر بھی نہ ادا کر سکے تو قبلہ رخ ہو کر پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرے۔ اور دائیں پہلو کے بل ادا کرنا افضل ہے اگر ممکن ہو، اور اس حالت میں رکوع وسجدہ اشارہ میں کرے گا۔

۵-اگر پہلو کے بل بھی نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو پیٹھ کے بل لیٹ کر ادا کرے گا، پیر قبلہ کی طرف ہوں گے اور اشارہ میں رکوع وسجدہ کرے گا۔

۶- اگر رکوع وسجدہ کے دوران جسم سے اشارہ کرنے میں دشواری ہو تو سر سے اشارہ کرے گا، اگر اس میں بھی مشقت ہو تو اشارہ بھی ساقط ہو جائے گا، اور نماز کے تمام اعمال دل سے ادا کرے گا، چنانچہ رکوع، سجدہ اور بیٹھک کی نیت کر کے تمام اذکار کہتے ہوئے اپنی حالت ہی میں نماز ادا کرے گا۔

۷- نماز کی جن جن شرطوں کی استطاعت ہو انہیں ادا کرے گا، جیسے قبلہ رخ ہونا، پانی سے وضو کرنا یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو تیمم کرنا، نجاستوں کو دور کرنا اور اگر کسی نجاست سے پاکی حاصل کرنے میں کوئی دشواری ہو تو یہ شرط ساقط ہو جائے گی اور مریض اپنی حالت کے مطابق نماز ادا کرے گا اور نماز کو مؤخر نہیں کرے گا۔

۸- سنت یہ ہے کہ مریض قیام اور رکوع کی جگہ چار زانو بیٹھے اور دیگر حالتوں میں پیر بچھا کر بیٹھے۔

نمبر دو :مسافر کی نماز:

۱- مسافر بھی معذور لوگوں میں سے ہے، اور اس کے لیے روا ہے کہ چار رکعت والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:(اور جب تم سفر پر جارہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں)۔[سورہ النساء:۱۰۱]۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:"ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے سفر پر نکلے، آپ دو دو رکعت نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آگئے"۔[۱]۔

اور قصر کی شروعات ہوگی آبادی سے نکلنے کے بعد سے؛ کیوں کہ اللہ تعالی نے قصر کو اس کے لیے جائز قرار دیا ہے جو زمین پر چلے، اور آبادی سے نکلنے سے پہلے انسان نہ زمین پر چلنے والا شمار ہوتا ہے اور نہ مسافر ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوچ کرنے کے بعد ہی قصر کرتے تھے۔

۲- جب مسافر تقریبا ۸۰ کلو میٹر کی مسافت طے کرنے کی نیت کرے تو اس کے لیے قصر کرنا جائز ہے۔

۳- مسافر واپسی میں شہر میں داخل ہونے تک قصر کر سکتا ہے۔

۴- جب مسافر کسی شہر میں پہنچے اور وہاں ٹھہرنا چاہے تو اس کی تین حالتیں ہو سکتی

---

(۱) بخاری(۱۰۸۱)، مسلم(۶۹۳)۔

ہیں:

ا- چار دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو؛ اس حالت میں پہلے دن ہی سے اسے پوری نماز پڑھنی ہے اور سفر کی کوئی رخصت اسے حاصل نہیں ہو گی۔

ب- چار دن یا اس سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کر سکتا ہے اور سفر کی دیگر رخصتیں بھی اسے حاصل ہوں گی۔

ج- اس کے رکنے کی کوئی مدت متعین نہ ہو، ہو سکتا ہے ایک دن ٹھہرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر جگہ موزوں ہو تو دس دن تک قیام کرے یا کسی علاج یا کسی سے ملنے کی غرض سے آیا ہو اور جب مقصد پورا ہو جائے تو واپس چلا جائے۔ ایسے حال میں لوٹ آنے تک قصر کرنا اور سفر کی رخصتوں کا استعمال کرنا جائز ہے گرچہ چار دنوں سے بھی زیادہ رکے۔

۵- جب مسافر کسی مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے پوری نماز پڑھنی ہو گی گرچہ اسے امام کے ساتھ صرف آخری تشہد ہی ملا ہو۔

۶- جب مقیم کسی قصر کرنے والے مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو مقیم کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد نماز پوری کرنی ہو گی۔

نمبر 16 :عیدین کی نماز:

مسلمانوں کی عیدیں اللہ تعالی کی طرف سے مشروع کردہ ہیں ان کی اپنی ایجاد کردہ نہیں۔ ان کی صرف دو ہی عیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحی۔ بر خلاف کفار کی عیدوں

اور بدعی عیدوں کے جنہیں اللہ تعالی نے نہ مشروع کیا ہے اور نہ ان کا حکم دیا ہے بلکہ ان لوگوں نے خود سے ایجاد کر لیا ہے۔

عیدین کی نماز کا حکم:

عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہمیشہ یہ نماز ادا کرتے رہے۔ اور یہ دین کی نشانیوں اور ظاہری شعائر میں سے ہے۔

نماز عیدین کا وقت: نماز عید کا وقت سورج کے ایک نیزہ کے بقدر بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے، یعنی طلوع آفتاب کے تقریبا ۱۵ منٹ کے بعد اور زوال آفتاب کے وقت ختم ہوتا ہے۔

نماز عیدین کا طریقہ:

۱- پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے ثنا پڑھ کر چھ تکبیریں کہے گا، ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے گا اور تکبیروں کے درمیان حمد وثنا اور درود پڑھے گا پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر قرات شروع کرے گا۔

۲- اور دوسری رکعت میں تکبیر انتقال کے بعد پانچ تکبیریں کہے گا پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہہ کر قرات شروع کرے گا۔ پہلی رکعت میں سورۂ اعلی اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے۔

۳- سلام پھیرنے کے بعد امام منبر پر چڑھے گا، خطبۂ جمعہ کی طرح دو خطبے دے گا

اور خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھے گا۔

عید کی سنتیں:

ا- غسل کرنا۔

ب- صفائی ستھرائی اور خوشبو کا استعمال۔

ج- عید الفطر میں نکلنے سے پہلے کھانا اور عید الاضحی میں اگر قربانی کا جانور ہو تو واپس آنے کے بعد اس کا گوشت کھانا۔

د- پیدل چل کے جانا۔

ہ- ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔

و- مقتدی کے لیے مستحب ہے کہ عید گاہ جلدی پہنچے نہ کہ امام کے لئے۔

تکبیر کہنا:

عید کی دونوں راتوں، ذو الحجہ کے دس دنوں اور تشریق کے دنوں (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذو الحجہ) میں تکبیر کہنا سنت ہے، اور تکبیر کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: تکبیر مطلق: جس کا کوئی متعین وقت نہیں۔

ا: عید الفطر میں یہ تکبیر عید کی رات کو غروب آفتاب سے شروع اور نماز عید شروع ہونے پر ختم ہوتی ہے۔

۲: اور عید الاضحی میں ذو الحجہ کی پہلی رات کو غروب آفتاب سے شروع ہو کر آخری یوم التشریق کے غروب آفتاب پر ختم ہوتی ہے۔

دوسری قسم: تکبیر مقید: یہ تکبیر فرض نمازوں کے بعد کہی جاتی ہے۔

ا: غیر محرم یہ تکبیر یوم عرفہ کی فجر سے آخری یوم التشریق کی عصر تک کہے گا۔

۲: اور محرم کے لیے اس تکبیر کا وقت عید کے دن کی ظہر کی نماز سے آخری یوم التشریق کی عصر تک ہے۔

نمبر 17 :نماز کسوف:

خسوف اور کسوف کے معنی:

خسوف: رات کو چاند کا کلی یا جزوی طور پر بے نور ہونا۔

اور کسوف: دن میں سورج کی پوری یا کچھ روشنی کا ختم ہونا۔

نماز کسوف کا حکم:

نماز کسوف سنت مؤکدہ ہے، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے، جب آپ کے عہد میں سورج گہن ہوا تو آپ نے نماز کسوف ادا کی۔ اور آپ نے اس کا حکم بھی دیا، اور اس کی مشروعیت پر علما کا اجماع ہے۔

نماز کسوف کا وقت:

گہن لگنے سے لے کر روشن ہونے یعنی گہن دور ہونے تک۔

نماز کسوف کا طریقہ:

یہ دو رکعت والی ایک نماز ہے جس میں بالجہر قرات کی جاتی ہے، اور اس کا طریقہ مندرجۂ ذیل ہے:

ا- تکبیر تحریمہ، ثنا، اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کے بعد لمبی قرات ہو گی۔

ب- پھر لمبا رکوع ہو گا۔

ج- رکوع سے اٹھ کر (سمع اللہ لمن حمدہ) کہنے کے بعد پھر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے گی اور اس بار کی قرات پہلی بار سے مختصر ہو گی۔

د- پھر لمبا رکوع ہو گا لیکن پہلے سے کم۔

ہ- پھر رکوع سے اٹھ کر (سمع اللہ لمن حمدہ) کہے گا۔

و- پھر دو لمبے سجدے کرے گا۔

ز- دوسری رکعت پہلی رکعت ہی کی طرح پڑھی جائے گی لیکن اس میں طول پہلی رکعت کی بہ نسبت کم ہو گا۔

نماز کسوف کی سنتیں:

ا-(الصلاۃ جامعۃ) کہہ کر اس کا اعلان کرنا۔

ب- جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔

ج- قیام، رکوع اور سجود کو لمبا کرنا۔

د- دوسری رکعت پہلی سے مختصر ہو۔

ہ- نماز کے بعد وعظ کرنا اور نیکیوں پر ابھارنا اور برائیوں سے روکنا۔

و- بکثرت دعا، گریہ وزاری، استغفار اور صدقہ کرنا۔

نمبر 18- نماز استسقا:

استسقا کے معنی ہیں قحط سالی میں اللہ تعالی سے بارش طلب کرنے کے۔

نماز استسقا کی مشروعیت کا وقت:

جب سوکھا پڑ جائے، بارش رک جائے اور اس کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچے تو نماز استسقا پڑھنا مشروع ہے، اور ایسی حالت میں لوگوں کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں خوب گریہ وزاری کرنا چاہیے:

ا- کبھی جماعت میں یا اکیلے نماز ادا کرنا چاہیے۔

ب- کبھی خطیب خطبہ میں اس کی دعا کریں گے اور مسلمان اس کی دعا پر آمین کہیں گے۔

ج- اور کبھی عام اوقات میں بغیر نماز اور بغیر خطبہ کے بھی دعا کرنی چاہیے۔

نماز استسقا کا حکم:

جب سبب موجود ہو تو نماز استسقا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی ہے جیسا کہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقا کے ارادہ سے مصلی (مسجد کے علاوہ جائے نماز) پہنچے، قبلہ رخ ہوئے، چادر پلٹی اور دو رکعت نماز ادا کی)۔[1]

نماز استسقا کی ادائیگی کا طریقہ:

جائے ادائیگی کے اعتبار سے نماز استسقا نماز عید ہی کی طرح ہے۔ چناچہ نماز استسقا مصلی میں پڑھنا مستحب ہے اور اس کے احکام نماز عید کے احکام سے مشابہت رکھتے ہیں، اس کی بھی دو رکعت نماز ہے جو خطبہ سے پہلے پڑھی جائے گی، اونچی آواز میں قرات کی جائے گی اور پہلی اور دوسری رکعت میں زائد تکبیریں کہی جائیں گی۔ جیسا کہ ان باتوں کا ذکر نماز عیدین کے بیان میں گزر چکا۔ اور ایک خطبہ ہو گا۔

نمبر 19 :جنائز کے احکام:

اولا :حالت نزع میں مبتلا شخص کے ارد گرد رہنے والوں سے متعلق احکام:

ا- جو حالت نزع میں مبتلا شخص کے پاس موجود ہو اسے چاہیے کہ ایسے شخص کو (لا

---

(۱) بخاری (۱۰۱۲)، مسلم (۸۹۴)۔

الہ الا اللہ) کی تلقین کرے۔

۲-اسے قبلہ رخ کرنا سنت ہے۔

۳-(وفات کے بعد) اس کی آنکھیں بند کر دینا مستحب ہے۔

۴-وفات کے بعد میت کو کسی کپڑے سے ڈھانپ دینا سنت ہے۔

۵-اس کی تجہیز میں جلدی کرنی چاہیے۔

۶-اس کے قرضوں کی ادائیگی میں بھی جلدی کرنی چاہیے۔

۷-میت کو غسل دیا جائے گا اور کفنایا جائے گا اور یہ دونوں فرض کفایہ ہیں۔

نمبر دو: نماز جنازہ کے احکام:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

نماز جنازہ کی شرطیں:

۱۔ قبلہ کی جانب منہ کرنا۔

۲-شرم گاہ کی ستر پوشی۔

۳-نجاست سے اجتناب۔

۴- نماز جنازہ پڑھنے والے اور میت دونوں کا پاک ہونا۔

۵- نماز جنازہ پڑھنے والے اور میت دونوں کا مسلمان ہونا۔

۶- اگر شہر میں ہو تو جنازہ میں حاضر ہونا۔

۷- مکلف ہونا۔

نماز جنازہ کے ارکان:

۱- قیام۔

۲- چار تکبیریں۔

۳- سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

۵- میت کے لیے دعا کرنا۔

۶- ترتیب۔

۷- سلام پھیرنا۔

نماز جنازہ کی سنتیں:

۱- ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا۔

۲- اعوذ باللہ پڑھنا۔

۳- خود کے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔

۴- قرات پست آواز میں کرنا۔

۵- چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرنا۔

۶- داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھنا۔

۷- سلام پھیرتے وقت دائیں طرف مڑنا۔

نماز جنازہ کا طریقہ:

امام اور منفرد آدمی کے سینے کے پاس اور عورت کے بیچ و بیچ کھڑا ہو گا، تکبیر تحریمہ کہے گا، اعوذ باللہ پڑھے گا، دعائے استفتاح نہیں کہے گا اور بسم اللہ کہہ کر سورۂ فاتحہ پڑھے گا۔

پھر تکبیر کہہ کر درود پڑھے گا پھر تکبیر کہنے کے بعد میت کے لیے سنت سے ثابت کوئی دعا کہے گا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا: یا اللہ! تو ہمارے زندوں کو بخش اور ہمارے مردوں کو، اور ہمارے حاضر شخصوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو، یا اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو ہم میں سے موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے، یا اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں

مبتلانہ کر[1]۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا: ”اے اللہ! اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اسے عافیت دے اور اس سے در گزر فرما اور اس کی مہمان نوازی اچھی کر اور اس کی قبر فراخ کر دے اور اسے (اس کے گناہ) دھو دے پانی، برف اور اولوں کے ساتھ اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیا ہے اور اسے بدلے میں ایسا گھر دے جو اس کے گھر سے زیادہ بہتر ہو اور ایسے گھر والے جو اس کے گھر والوں سے زیادہ بہتر ہوں اور ایسی بیوی دے جو اس کی بیوی سے زیادہ بہتر ہو اور اسے جنت میں داخل فرما اور قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے بچا“[2]۔ پھر تکبیر کہہ کر تھوڑی دیر ٹھہرے گا اور دائیں جانب ایک سلام پھیرے گا۔

تیسرا مطلب :زکوۃ:

1- زکوۃ کی تعریف اور اس کا مقام ومرتبہ:

زکوۃ کے لغوی معنی ہیں بڑھنے اور زیادہ ہونے کے۔

شریعت کی اصطلاح میں زکاۃ متعینہ مالوں میں مخصوص لوگوں کے واجب شرعی حق کو کہتے ہیں۔

یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے- زکوۃ اتنی اہم عبادت ہے کہ اسے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نماز کے ساتھ بیاسی جگہوں پر ذکر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (اور نماز قائم کرو

---

(۱) ابوداود (۳/۲۱۱)، ترمذی (۳/۳۴۳)(۱۰۲۴) اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔
(۲) مسلم (۵/۶۲۲)(۹۶۲)۔

اور زکاۃ ادا کرو)۔ [سورۂ بقرہ: ۴۳]۔ اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا“۔ (۱)

اور اس کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ جو زکوۃ کے وجوب کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور جو زکوۃ دینے سے انکار کرے اس سے جنگ کی جائے گی۔

2- زکوۃ کے وجوب کی شرطیں:

ا- آزادی: اس لیے غلام پر زکوۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ اس کا ذاتی کوئی مال نہیں ہوتا اور جو اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس کے مالک کی ملکیت ہوتی ہے، لہذا اس کی زکاۃ اس کے مالک کے ذمہ ہوگی۔

ب- اسلام: کافر پر زکوۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ یہ عبادت ہے اور کافر کا عبادت سے کوئی سروکار نہیں۔

ج- نصاب کا مالک ہونا: اس سے کم میں زکوۃ واجب نہ ہوگی، نصاب مال کی ایک متعین مقدار کا نام ہے۔

(۱) بخاری حدیث (۸) (۱/ ۶۹) اور مسلم حدیث (۱۱۱) (۱/ ۱۲۸)۔

د- مکمل ملکیت: کہ انسان اس مال کا مکمل مالک ہو اس لیے ایسے مال میں زکاۃ واجب نہیں ہوتی جس کی ملکیت پوری طرح ثابت نہ ہوئی ہو

ہ- مال پر ایک سال کی مدت کا گزر جانا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: "کسی مال میں اس وقت تک زکاۃ نہیں جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے"۔[1]

3- جن مالوں میں زکوۃ واجب ہے:

1- چوپایے:

یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری اور ان میں زکوۃ دو شرطوں کے ساتھ واجب ہے:

ا- کہ انہیں دودھ اور افزائش نسل کے لیے رکھا جائے، کام کے لیے نہیں۔

۲- چرنے والے ہوں۔ اس لیے ان چوپایوں میں زکوۃ واجب نہیں جنہیں خرید کر یا کہیں سے لا کر چارہ دیا جائے۔ اور ان میں بھی کوئی زکوۃ نہیں جو پورے سال یا سال کے اکثر دنوں میں نہیں چرتے۔

چوپایوں کا نصاب:

ا- اونٹوں کی زکوۃ:

---

(۱) ابن ماجہ حدیث (۱۷۹۲) (۲/۳۷۳) اور ترمذی حدیث (۶۳۱) اور (۶۳۱) (۳/۲۵، ۲۶)۔

شروط مکمل ہونے کے بعد ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے، دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ میں تین اور بیس میں چار۔ جیسا کہ سنت اور اجماع سے یہ ثابت ہے۔ جب اونٹ پچیس ہو جائیں تو ان میں ایک بنت مخاض واجب ہو گی۔ بنت مخاض: وہ اونٹنی جو دوسرے سال میں داخل ہوئی ہو، اگر بنت مخاض موجود نہ ہو تو ابن لبون کافی ہو گا۔

اور جب اونٹوں کی تعداد چھتیس کو پہنچ جائے تو ان میں ایک بنت لبون واجب ہو گی۔ بنت لبون: وہ اونٹنی ہے جس کے دو سال پورے ہو گئے ہوں۔

اگر انٹوں کی تعداد چھیالیس ہو جائے تو ان میں ایک حقہ واجب ہو گی۔ حقہ: وہ اونٹنی ہے جس نے تین سال پورے کر لیے ہوں۔

اگر اونٹوں کی تعداد اکسٹھ ہو جائے تو ان میں ایک جذعہ واجب ہو گی۔ جذعہ: وہ اونٹنی جس نے چار سال پورے کر لیے ہوں۔

جب اونٹوں کی مجموعی تعداد چھہتر کو پہنچ جائے تو ان میں دو بنت لبون واجب ہو گی۔

جب اونٹوں کی تعداد اکیانوے ہو جائے تو ان میں دو حقہ واجب ہو گی۔

پھر جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں تین بنت لبون واجب ہو گی، اور اس کے بعد ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ واجب ہو گی۔

۲- گائے کی زکوۃ:

شروط مکمل ہونے کے بعد جب گائیں تیس کی تعداد کو پہنچ جائیں تو ان میں ایک تبیع یا تبیعہ واجب ہو گی۔ تبیع یا تبیعہ اس بچھیا یا بچھڑے کو کہتے ہیں جس کی عمر ایک سال ہو چکی ہو۔

اگر تیس سے کم ہوں تو ان میں کچھ بھی واجب نہ ہو گا۔

جب ان کی تعداد چالیس کو پہنچ جائے تو ان میں ایک مسنۃ (دانتوں والی) گائے واجب ہو گی، مسنہ: جس کے دو سال پورے ہو گئے ہوں۔

اور جب ان کی تعداد چالیس سے زیادہ ہو جائے تو ہر تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ واجب ہو گی۔

۳- بھیڑ اور بکری کی زکوۃ:

جب بھیڑ یا بکری کی تعداد چالیس ہو جائے تو ان میں ایک بکری یا ایک سال سے کم عمر کا ایک بھیڑ کا بچہ واجب ہو گا۔

اور چالیس سے کم میں کوئی زکاۃ نہیں۔ جب بھیڑ یا بکری ایک سو اکیس ہو جائے تو ان میں دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اور جب دو سو ایک کی تعداد کو پہنچ جائے تو ان میں تین بکریاں واجب ہوں گی۔

اور اس کے بعد ہر سو میں ایک بکری واجب ہو گی جیسے چار سو میں چار بکریاں۔

2 :زمینی پیدوار کی زکوۃ:

زمینی پیداوار کی دو قسمیں ہیں:

۱-اناج اور پھل۔

۲-معدنیات۔

پہلی قسم :اناج اور پھل۔

اناج جیسے گیہوں، جو اور چاول میں زکوۃ واجب ہے۔ اور پھلوں میں بھی جیسے کھجور اور کشمش۔ ان کے علاوہ دوسرے پودوں جیسے سبزی ترکاری وغیرہ میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

اناجوں اور پھلوں میں زکوۃ کے وجوب کی شرطیں:

۱-انہیں جمع کر کے رکھا جائے: اس لیے ایسے پھلوں اور سبزیوں میں زکوۃ واجب نہیں ہو گی جو رکھے نہیں جاتے۔

۲-وہ ناپی جانے والی چیزیں ہوں: اس لیے ان چیزوں میں زکوۃ واجب نہیں ہو گی جو گن کر یا وزن کر کے بیچی جاتی ہیں جیسے تربوز، پیاز، انار وغیرہ۔

۳-نصاب کو پہنچ جائیں: جو کہ پانچ وسق ہے، اس سے کم میں کوئی زکوۃ نہیں۔

۴-زکوۃ کے وجوب کے وقت نصاب کو پہنچا ہوا یہ مال ملکیت میں ہو۔

لہذا اگر کوئی وجوب زکوۃ کے وقت کے بعد اس کا مالک بنے جیسے فصل کی کٹائی کے بعد اسے خریدے یا اسے ہدیہ کیا جائے تو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہو گی۔

اناجوں اور پھلوں میں زکوۃ کے وجوب کا وقت:

بدو صلاح (جب اناج استعمال کے لائق ہو جائے) کے بعد اناجوں اور پھلوں میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ بدو صلاح کی علامت مندرجہ ذیل ہے:

ا- اناج میں: جب اس کا دانہ سخت ہو جائے۔

۲- کھجور میں: جب وہ لال یا پیلی ہو جائے۔

ج- انگور میں: جب نرم اور میٹھا ہو جائے۔

اناجوں اور پھلوں کا نصاب:

اناجوں اور پھلوں کا نصاب پانچ وسق ہے۔ اور ایک وسق ساٹھ صاع ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کا نصاب تین سو صاع نبوی ہو گا، اور نصاب کلیو گرام میں ۹۰۰ کیلو ہو گا۔

اناجوں اور پھلوں میں واجب زکوۃ کی مقدار:

جس فصل کی سینچائی بلا اخراجات اور مشقت کے ہوئی ہو اس میں دسواں حصہ واجب ہو گا، جیسے جسے بارش یا چشمہ کے پانی سے سینچا گیا ہو۔

اور جس کی سینچائی اخراجات اور محنت سے ہوئی ہو جیسے کنوے، نہر یا مشینوں کا

استعمال کیا گیا ہو تو اس میں بیسواں حصہ واجب ہو گا۔

دوسری قسم :معدنیات:

زمینی پیداوار کی ایک قسم معدنیات ہے۔ زمین سے اس کی جنس کے علاوہ جو چیزیں نکالی جاتی ہیں انہیں معدنیات کہا جاتا ہے جیسے سونا، چاندی، لوہا اور جواہرات۔

ان میں زکوۃ کے وجوب کا وقت:

جب انہیں اپنے قبضہ اور ملکیت میں لے لے تو فورا ان کی زکوۃ نکالے، ان میں سال کے گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ ان کا نصاب وہی ہے جو سونے اور چاندی کا ہے اور ان کی قیمت کا چالیسواں حصہ بطور زکوۃ نکالا جائے گا۔

نمبر تین :زروں کی زکوۃ:

زر سے مراد: سونا، چاندی اور پیسہ ہے، اور ان کی زکوۃ بھی واجب ہے۔ اس کی دلیل فرمان الہٰی ہے: ”اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو“۔ [سورۂ توبہ: ۳۴]- حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "جس نے بھی سونے اور چاندی کے واجب حقوق کو ادا نہیں کیا قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی پلیٹیں تیار کی

جائیں گی"۔[1]

سونے اور چاندی میں بالاجماع زکوۃ واجب ہے اور پیسوں کا وہی حکم ہے جو سونے چاندی کا ہے، کیوں کہ یہ سونے چاندی کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔

زروں میں زکوۃ کا نصاب اور واجب زکوۃ کی مقدار:

جب سونا بیس مثقال، اور چاندی دو سو اسلامی درہم کو پہنچ جائے تو دونوں میں چالیسواں حصہ واجب ہو گا چاہے ڈھالے ہوئے ہوں یا نہ ہوں۔ اور روپیوں پیسوں میں سونے یا چاندی کے نصاب کا اعتبار ہو گا کیوں کہ قیمت ہونے میں یہ سب برابر ہیں۔ جب پیسے سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائیں تو ان میں زکوۃ واجب ہو گی۔ موجودہ دور میں عموما نقدی اوراق کے نصاب کی تعیین چاندی کے اعتبار سے ہوتا ہے کیوں کہ وہ سونے سے سستی ہوتی ہے لہذا اس کا نصاب سونے سے پہلے پورا ہو جاتا ہے۔ سو جب ایک مسلمان (۵۹۵) گرام چاندی کی قیمت کا مالک بن جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ اور چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے۔ اس لیے جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو اور اسے پتہ نہ ہو کہ نصاب کو پہنچا یا نہیں تو وہ چاندی کے تاجروں سے ایک گرام چاندی کی قیمت پوچھے پھر اسے (۵۹۵) میں ضرب دے، جو نتیجہ ہو گا وہی نصاب ہے۔

فائدہ: جب کوئی اپنے مال کی زکوۃ نکالنا چاہے تو نصاب کو چالیس میں تقسیم کرے، جو نتیجہ ہو گا وہی (اس مال میں زکوۃ کی) واجب مقدار ہو گا۔

---

(۱) بخاری حدیث (۱۴۰۲) (۳/۳۳۸) اور مسلم حدیث (۲۲۸۷) (۴/۶۷)۔

نمبر چار :سامانِ تجارت کی زکوۃ:

یہ وہ سامان ہیں جو منافعہ کی غرض سے خرید و فروخت کے لئے تیار کیے گئے ہوں۔ سامان تجارت میں پیسوں کے علاوہ سارے مال داخل ہیں؛ جیسے گاڑی، کپڑا، لوہا، لکڑی وغیرہ دیگر سامان جو تجارت کے لئے خاص ہوں۔

سامان تجارت میں زکوۃ کے وجوب کی شرطیں:

۱- کہ اپنی محنت سے اس کا مالک بنا ہو جیسے بیچنا، کرایہ پر دینا اور ان کے علاوہ دیگر اسباب معاش۔

۲- تجارت کی نیت سے اس کا مالک ہونا: یعنی اس سے کمانے کی نیت ہو، کیوں کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور تجارت ایک عمل ہے، اس لیے تمام اعمال کی طرح نیت کو اس کے ساتھ ملانا چاہیے۔

۳-اس کی قیمت سونے یا چاندی کے اعتبار سے نصاب کو پہنچ جائے۔

۴-حولان حول یعنی ایک سال کا گزر جانا۔

سامان تجارت کی زکوۃ نکالنے کا طریقہ:

سال پورا ہونے کے بعد سونے یا چاندی کے اعتبار سے سامان کی قیمت طے کی جائے گی۔ اگر سامان نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکالا جائے گا۔

نمبر پانچ :صدقۂ فطر کا بیان:

یہ وہ صدقہ ہے جو ماہ رمضان کے اختتام پر واجب ہوتا ہے۔ صدقۂ فطر دوسری ہجری میں فرض کیا گیا۔

اس کا حکم:

صدقۂ فطر ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس عید کے دن اور رات اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے کافی غذا سے زیادہ کچھ موجود ہو۔ اور یہ ہر مسلم مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، آزاد غلام سب پر واجب ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام پر صدقۂ فطر فرض کیا ہے"۔[1] اور فرض کرنے کا معنی واجب اور لازم کیا ہے۔

صدقۂ فطر کی مشروعیت کی حکمت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو لغو باتوں اور فحش گوئی سے پاک کرنے اور غریبوں کے کھانے کا انتظام کرنے کی غرض سے صدقۂ فطر فرض کیا ہے"۔[2]

صدقۂ فطر کے وجوب اور اسے ادا کرنے کا وقت:

(۱) بخاری (۱۴۳۲)، مسلم (۹۸۴)۔

(۲) ابو داود حدیث (۱۶۰۹) اور ابن ماجہ حدیث (۱۸۲۷) اور اسے شیخ البانی نے صحیح الجامع (۱۳/ ۵۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

صدقۂ فطر عید کی رات سورج ڈوبنے کے بعد سے واجب ہوتا ہے۔ اور اسے عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ اور اسے عید کی نماز کے بعد ادا کرنا جائز نہیں۔ اگر عید کی نماز کے بعد ادا کرے تو اسے اس کی قضا دینی ہوگی اور تاخیر کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

البتہ عید کے ایک یا دو دن پہلے ادا کرنا جائز ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار اور کونسی چیز صدقۂ فطر کے طور پر نکالی جائے:

اہل بلد کے عام کھانے میں سے ایک صاع؛ جیسے چاول، کھجور اور جو وغیرہ۔ ایک صاع تقریبا تین کیلو ہوتا ہے۔ اور اس کی قیمت ادا کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی اور اس کے مصارف:

زکوۃ کے نکالنے کا وقت:

جیسے ہی زکوۃ واجب ہو جائے فورا اسے ادا کرنا واجب ہے۔ اور بلا ضرورت اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں؛ جیسے مال دور کسی دوسرے شہر میں ہو اور وہاں کوئی وکیل نہ مل سکے۔

زکوۃ نکالنے کی جگہ:

افضل یہ ہے کہ زکوۃ اسی جگہ نکالی جائے جہاں مال موجود ہو۔ لیکن بعض حالتوں

میں اسے دوسرے علاقوں میں بھیجنا بھی جائز ہے:

۱-جب اپنے علاقے میں کوئی محتاج نہ مل سکے۔

۲-دوسرے علاقے میں کوئی قریبی محتاج رہتا ہو۔

ج-جب کوئی شرعی مصلحت موجود ہو جیسے مصیبت زدہ مسلمانوں کے سیلاب زدہ اور بھکمری والے علاقوں میں بھیجنا۔

اور عمومی دلائل کی بنا پر بچہ اور پاگل کے مال میں بھی زکوۃ واجب ہے اور اسے نکالنے کی ذمہ داری ان کے ولی کی ہے۔ اور بلا نیت کے زکوۃ نکالنا جائز نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔[1]

زکوۃ کے مستحقین:

زکوۃ کے حقدار آٹھ قسم کے لوگ ہیں:

پہلی قسم: فقراء:

یہ وہ لوگ ہیں جن کی بنیادی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں؛ جیسے گھر، کھانا اور کپڑا۔ انہیں اس قدر زکوۃ دی جائے گی کہ ان کو اور ان کے اہل خانہ کو ایک سال کے لیے کافی ہو جائے۔

---

(۱)-[۳۷] بخاری (۱)، مسلم (۱۹۰۷)

دوسری قسم: مساکین:

جن کی اکثر ضرورت پوری ہوتی ہے لیکن مکمل نہیں، جیسے کسی کو تنخواہ ملتی ہو لیکن وہ ایک سال کے لیے کافی نہ ہو۔

انہیں اس قدر زکوۃ دی جائے گی کہ ایک سال تک ان کی اور ان کے اہل خانہ کی باقی ضرورت پوری ہو جائے۔

تیسری قسم: زکوۃ وصول کرنے والے:

جنہیں حاکم وقت زکوۃ اکٹھا کرنے کی ذمہ داری دیتا ہے یا جو زکوۃ کی حفاظت کرتے ہیں یا اسے محتاجوں تک پنچاتے ہیں۔

اگر حکومت کی جانب سے ان کی کوئی متعین تنخواہ جاری نہ ہو تو انہیں ان کے کام کے بقدر زکوۃ دی جائے گی۔

چوتھی قسم: جن کے دل پرچائے جاتے ہوں:

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عطایا دیے جائیں تو ان کے مسلمان ہونے یا ان کے ایمان کی مضبوطی یا ان کے شر سے مسلمانوں کے محفوظ ہونے کی امید کی جائے۔

ان کے لیے زکوۃ کی مقدار: جتنے سے ان کے دلوں کو پرچایا جاسکے۔

پانچویں قسم: گردن:

یعنی غلاموں اور مکاتبین کو آزاد کرنا۔

مکاتب: اس غلام کو کہتے ہیں جس نے خود کو اپنے مالک سے خرید لیا ہو۔ اور اس میں مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر آزاد کرنا بھی شامل ہے۔

چھٹی قسم: قرضدار، اور ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی: جس نے خود کے لئے کسی ضرورت کی وجہ سے قرض لیا ہو اور ادانہ کر سکے۔ تو اسے اس قدر دیا جائے گا کہ اس کا قرض ادا ہو جائے ۔ دوسری: جس نے لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کی غرض سے قرض لیا ہو۔ اسے اس قدر زکوۃ دی جائے گی کہ اس کا قرض ادا ہو جائے گرچہ اس کی مالی حالت اچھی ہو۔

ساتویں قسم: اللہ کی راہ میں:

یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے۔

ان کے لیے زکوۃ کی مقدار: جس سے جہاد کی ضروریات پوری ہو جائیں؛ جیسے سواری، ہتھیار اور کھانا وغیرہ۔

آٹھویں قسم: ابن سبیل:

یہ اس مسافر کو کہا جاتا ہے جس کا زادراہ ختم ہو گیا ہو یا چوری ہو گیا ہو اور اپنے شہر تک پہنچنے کے لیے اس کے پاس کافی مال نہ ہو۔

ان کے لیے زکوۃ کی مقدار: اسے اس قدر دیا جائے گا کہ اپنے شہر تک پہنچ جائے

گرچہ مالدار ہو۔

چوتھا مبحث :روزہ:

صیام (روزہ): بطور عبادت طلوع فجر سے غروب آفتاب تک مفطرات (جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جائے) سے باز رہنا۔

یہ اسلام کا ایک رکن ہے- اللہ تعالی کی جانب سے فرض کردہ ہے۔ اور دین اسلام کے بدیہی طور پر معلوم شعائر میں سے ہے۔ اس کا وجوب کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیئے“۔(لبقرۃ:۱۸۵)۔

صیام رمضان کے وجوب کی شرطیں:

۱-اسلام، کافر کی طرف سے درست نہ ہو گا۔

۲- بالغ ہونا، نابالغ پر واجب نہیں۔ البتہ ممیز بچہ کا روزہ درست ہے اور وہ اس کے حق میں نفل ہو گا۔

۳- عقل: پاگل پر نہ روزہ واجب ہے اور نہ اس کا روزہ درست ہو گا؛ کیوں کہ وہ نیت نہیں کر سکتا۔

۴-قدرت، اس لیے بیمار پر جو روزے سے عاجز ہو اور مسافر پر روزہ واجب نہیں۔

لیکن عذر یعنی بیماری اور سفر ختم ہونے کے بعد دونوں قضا کریں گے۔ اور عورت کے روزہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ حیض اور نفاس کا خون رک جائے۔

ماہ رمضان کا آغاز دو چیزوں سے ثابت ہوتا ہے:

ماہ رمضان کے چاند کا نظر آنا۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "اسے (چاند کو) دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور اسے دیکھ کر ہی روزہ رکھنا بند کرو"۔ (۱)

ب- ماہ شعبان کے تیس دن پورے کرنا، جب بادل یا گرد و غیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر چاند دیکھنا ممکن نہ ہو تو شعبان کی تیس دن کی تعداد پوری کرو"۔ (۲)

روزہ کی نیت:

دیگر عبادتوں کی طرح روزہ بھی بلا نیت صحیح نہیں ہو گا۔ فرض روزہ میں نیت کے وجوب کا وقت دوسرے روزوں سے مختلف ہے، اور اور اس کا بیان درج ذیل ہے: نمبر ایک: فرض روزہ جیسے رمضان، قضا یا نذر کے روزہ میں طلوع فجر سے پہلے رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے رات کو روزہ کی نیت نہیں کی اس کا کوئی روزہ

(۱) بخاری حدیث (۱۸۱۰) (۲/ ۶۷۴) اور مسلم حدیث (۱۰۸۶) (۲/ ۷۶۲)۔

(۲) بخاری حدیث (۱۹۰۹)

نہیں"۔[1]

نمبر دو: نفل روزہ، اس کی نیت دن میں بھی کی جا سکتی ہے۔ بشر طیکہ طلوع فجر کے بعد ایسا کچھ نہ کیا ہو جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزہ کو فاسد کرنے والی چیزیں:

۱- جماع: اس سے روزہ باطل ہو جائے گا اور اس دن کے روزہ کی قضا کرنی ہو گی جس دن اس نے صحبت کی ہے۔ ساتھ ہی بطور کفارہ ایک گردن آزاد کرنی ہو گی۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنے ہوں گے۔ اگر کسی عذر شرعی کی بنا اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو اپنے علاقہ کے مروج عام کھانوں میں سے کھلانا پڑے گا، ہر مسکین کو آدھا صاع۔

۲- منی کا نکلنا: خواہ بوس و کنار کی وجہ سے یا مشت زنی یا بار بار دیکھنے کی وجہ سے۔ اور اس میں صرف قضا کے طور پر روزہ رکھنا ہے؛ کیوں کہ کفارہ جماع کے ساتھ خاص ہے۔ رہی بات نیند کی حالت میں احتلام کی تو اس میں کچھ بھی واجب نہیں؛ کیوں کہ یہ انسان کے اختیار کے باہر کی چیز ہے، جسے احتلام ہوا ہو وہ صرف غسل جنابت کرے گا۔

۳- عمدا کھانا پینا۔ کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: (تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے) [سورۂ بقرہ: ۱۸۷]- لیکن اگر بھولے

---

(۱) احمد (۶/۲۸۷)، ابو داود (۲/۳۲۹) حدیث (۲۴۵۴) اور نسائی (۴/۱۹۶) حدیث (۲۳۳۱) اور یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔

سے کھالے یا پی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: "جس روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا وہ اپنا روزہ مکمل کرے، اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے"۔[1]

۴- قصداً قے کرنا، لیکن اگر کسی کو بلا اختیار قے آجائے تو اس سے اس کے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جسے قے آجائے اس پر قضا نہیں ہے اور جو عمداً قے کرے اس پر قضا واجب ہے"۔[2]

۵- فصد لگوا کر یا کسی مریض کو دینے کے لیے جسم سے خون نکلوانا، اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر جانچ کی غرض سے تھوڑا سا خون نکالا جائے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح اگر بلا اختیار کہیں سے خون نکلے تو اس سے بھی روزہ متاثر نہیں ہو گا، جیسے اگر نکسیر یا کسی زخم یا دانت نکالنے سے خون نکلے۔

جنہیں رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے:

پہلی قسم: جنہیں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن انہیں قضا رکھنا ہے:

۱- ایسا مریض جسے شفا کی امید ہو اور روزہ رکھنے میں اسے نقصان یا مشقت ہو۔

۲- مسافر؛ خواہ سفر میں اسے کوئی مشقت ہو یا نہ ہو۔

---

(۱) بخاری حدیث (۶۶۶۹) (۱۱/ ۶۶۹)، مسلم حدیث (۲۷۰۹) (۴/ ۲۷۷)۔

(۲) ابو داود حدیث (۲۳۸۰) (۲/ ۵۳۹)، ترمذی حدیث (۷۱۹) (۳/ ۹۸) اور ابن ماجہ حدیث (۶۷۶) (۲/ ۳۱۵)۔

اور ان دونوں باتوں کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے: "اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو اسے دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی پوری کرنی ہے"۔(البقرۃ:۱۸۵)۔

۳- حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتیں مریض کے حکم میں ہیں ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اگر مشقت ہو یا انہیں یا ان کے بچوں کو اس سے نقصان پہنچے۔ لیکن ان پر روزے کی قضا دیگر ایام میں واجب ہے۔

۴- حائضہ اور نفاس والی عورت: ان کے اوپر روزہ چھوڑنا واجب ہے۔ ان کا روزہ صحیح نہیں ہوگا اور انہیں دیگر ایام میں قضا رکھنی ہوگی۔

دوسری قسم: جن کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنا جائز ہے لیکن ان پر کفارہ واجب ہے، اور وہ ہیں:

۱- ایسا مریض جس کی شفایابی کی امید نہ ہو۔

۲- عمر دراز شخص جو روزہ نہ رکھ سکے۔

یہ لوگ ماہ رمضان کے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔ لیکن جب انسان اتنا معمر ہو جائے کہ اس کی عقل ماوف ہو جائے تو اس سے تکلیف زائل ہو جاتی ہے (وہ شریعت کا پابند نہیں ہوتا) چنانچہ وہ روزہ ترک کرے گا اور اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

قضا کرنے کا وقت اور اس میں تاخیر کرنے کا حکم:

اگلے رمضان کے آنے سے پہلے ہی رمضان کے صیام کی قضا واجب ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ قضا میں جلدی کی جائے۔ اور اگلے رمضان کے بعد تک قضا کو مؤخر کرنا جائز نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ: "مجھ پر رمضان کی قضا ہوتی تھی اور میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے صرف شعبان ہی میں قضا رکھ پاتی تھی"۔[1]

جو اگلے رمضان تک بھی قضا نہ رکھے اس کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں:

۱- کسی شرعی عذر کے تحت تاخیر کرے، مثلا دوسرے رمضان تک اسے شفا نہ ملے تو اس پر صرف قضا ہو گی۔

۲- بلا کسی عذر شرعی کے تاخیر کرے، تو وہ گناہ گار ہو گا، اسے توبہ کرنی ہو گی، قضا رکھنی ہو گی اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا پڑے گا۔

جس پر قضا ہو اس کے نفلی روزہ رکھنے کا حکم:

جس پر رمضان کی قضا ہو اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قضا رکھے۔ لیکن اگر کوئی ایسا نفل ہو جس کا دن متعین ہو جیسے عرفہ اور عاشوراکے روزے تو قضا سے پہلے رکھے گا؛ کیوں کہ قضا کا وقت طویل ہے جبکہ عاشورا اور عرفہ کے روزے وقت پہ نہ

---

(۱) بخاری حدیث (۱۸۴۹) (۲/ ٦٨)) اور مسلم حدیث (۱۸۴٦) (۲/ ۸۰۲)۔

رکھے جائیں تو فوت ہو جائیں گے۔ البتہ شوال کے چھ روزے قضا کے بعد ہی رکھے گا۔

حرام روزے:

ا- عید الفطر اور عید الاضحی کے روزے؛ کیوں کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

۲- ذوالحجہ مہینے کے ایام التشریق کے روزے۔ لیکن متمتع اور قارن کے پاس اگر ہدی کا جانور نہ ہو تو وہ یہ روزے رکھ سکتے ہیں۔ ذوالحجہ کا گیارہواں، بارہواں اور تیرھواں دن ایام التشریق کہلاتا ہے۔

۳- یوم الشک کو شک کی بنا پر رکھا جانے والا روزہ اور یہ شعبان کی تیسویں تاریخ ہوتی ہے۔ جب تیسویں تاریخ کی رات کو بادل یا گرد کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔

مکروہ روزے:

ا- رجب کے مہینے کو روزہ رکھنے کے لئے خاص کرنا۔

ب- صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا کیوں کہ اس سے روکا گیا ہے۔ لیکن اگر ایک دن اس سے پہلے یا ایک دن اس کے بعد بھی روزہ رکھے تو کراہت ختم ہو جاتی ہے۔

مسنون روزے:

ا- شوال کے چھ روزے۔

ب- ذوالحجہ کے نو روزے اور ان میں سب سے اہم یوم عرفہ کا روزہ ہے جس سے

دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن حاجی کے لیے یہ روزہ مسنون نہیں۔

ج- ہر مہینے کے تین روزے اور افضل یہ ہے کہ یہ تین روزے ایام بیض میں رکھے جائیں: اور (ہجری مہینے کی) ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ کو ایام بیض کہا جاتا ہے۔

د- ہر ہفتے سوموار اور جمعرات کے روزے؛ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ روزے رکھتے تھے، اس لئے کہ ان دنوں میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

نفلی روزہ:

ا- صیام داود علیہ السلام، آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور دوسرے دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔

ب- ماہ محرم کے روزے اور یہ افضل ترین مہینہ ہے جس میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس مہینہ کا اہم ترین روزہ دسویں محرم یوم عاشورا کا روزہ ہے۔ اور اس کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھنا ہے کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر میں اگلے سال زندہ رہا، تو (محرم کی) نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا"۔ اور اس روزہ سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

پانچواں مبحث: حج

حج کی لغوی اور شرعی تعریف:

حج کے لغوی معنی ارادہ اور قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں

متعینہ اوقات میں مخصوص اعمال کی انجام دہی کے ارادہ سے بیت اللہ الحرام اور مشاعر مقدسہ (منی، مزدلفہ اور عرفات) کا قصد کرنا۔

اور عمرہ کے لغوی معنی زیارت کے ہیں۔

اور شرعی اصطلاح میں کسی بھی وقت مخصوص اعمال کی ادائیگی کے لیے مسجد حرام کی زیارت کرنا۔

اور حج اسلام کا ایک عظیم رکن اور عظیم اساس ہے۔ حج سن ۹ ہجری میں فرض کیا گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا، اور وہ ہے حجۃ الوداع۔ اور مستطیع پر زندگی میں ایک حج واجب ہے۔ اور جو اس سے زائد ہوگا وہ نفل ہوگا۔ رہی بات عمرہ کی تو بہت سے علما کے نزدیک واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا عورتوں پر بھی جہاد واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”ہاں، ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں، یعنی حج اور عمرہ“۔(۱)

حج وعمرہ کے وجوب کی شرطیں:

۱- اسلام۔

۲- عقل۔

---

(۱) احمد حدیث (۲۵۱۹۸) (۶/ ۱۶۶)، نسائی حدیث (۲۶۲۷) (۳/ ۱۲۱) اور ابن ماجہ حدیث (۲۹۰۱) (۳/ ۴۱۳)۔

۳-بالغ ہونا۔

۴- آزاد ہونا۔

۵-استطاعت ہونا۔

اور عورت کے لیے ایک مزید شرط یہ ہے کہ وہ ایک محرم کے ساتھ حج کا سفر کرے۔ کیوں کہ اس کے لیے حج ہو یا کوئی بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "عورت سفر نہ کرے مگر محرم ہی کے ساتھ اور عورت پر کوئی بھی (اجنبی) آدمی داخل نہ ہو مگر یہ کہ اس (عورت) کے ساتھ کوئی محرم ہو"۔[1]

عورت کا محرم: اس کا خاوند یا ہر وہ شخص جس کے لیے اس سے نکاح کرنا دائمی طور پر حرام ہو۔ خواہ نسب کی وجہ سے: جیسے بھائی، باپ، چچا، بھتیجا اور ماموں۔ یا کسی جائز سبب سے: جیسے رضاعی بھائی، یا سسرالی رشتہ سے جیسے اس کی ماں کا شوہر یا اس کے شوہر کا بیٹا۔ اور استطاعت مادی اور جسمانی دونوں طاقتوں کو شامل ہے کہ سواری کر سکے، سفر کی مشقت اٹھانے کی طاقت ہو اور آنے جانے کے اخراجات موجود ہوں۔ ساتھ ہی بال بچوں اور جن کا نفقہ اس پہ واجب ہو ان کے لیے اتنا چھوڑ جا سکے کہ واپس آنے تک کافی ہو۔

اور حج کے راستہ میں جان و مال کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

اور جو صرف مالی طاقت رکھتا ہو لیکن جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو بایں طور کہ بہت عمر

---

(۱) بخاری حدیث (۱۸۶۲) اور مسلم (۱۳۴۱)(۲/۹۷۸)۔

دراز ہو چکا ہو یا لا علاج بیماری کا شکار ہو چکا ہو تو اس پر واجب ہے کہ کسی کو اپنا نائب بنائے جو اس کی طرف سے حج وعمرہ کا فریضہ انجام دے۔

حج وعمرہ میں نیابت دو شرطوں کے ساتھ صحیح ہو گی:

ا- جس کا فریضۂ حج ادا کرنا صحیح ہو اور وہ ہے ایک عاقل وبالغ مسلمان۔

۲- وہ خود کا حج ادا کر چکا ہو۔

احرام کے مواقیت:

مواقیت میقات کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی حد کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں میقات عبادت کی جگہ یا وقت کو کہا جاتا ہے۔

حج کے میقات دو طرح کے ہیں: زمانی اور مکانی:

ا- زمانی میقات کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے: (حج کے مہینے مقرر ہیں اس لیے جو شخص ان میں حج لازم کر لے) [سورۂ بقرہ:۱۹۷]-

اور یہ مہینے ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔

ب- مکانی میقات: یہ ان حدود کو کہا جاتا ہے جن کو پار کر کے بغیر احرام کے مکہ جانا حاجی کے لیے جائز نہیں۔ یہ مواقیت درج ذیل (پانچ) ہیں:

ا- ذوالحلیفہ: جو مدینہ والوں کا میقات ہے۔

۲-جحفہ: شام، مصر اور مغرب والوں کا میقات ہے۔

۳- قرن المنازل: جسے اب سیل کہا جاتا ہے، اہل نجد کا میقات ہے۔

۴-ذات عرق: جو اہل عراق کا میقات ہے۔

۵-یلملم: جو اہل یمن کا میقات ہے۔

اور جس کا گھر ان مواقیت کے اندر ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام اپنے گھر سے باندھے گا۔ اور اہل مکہ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے، انہیں باہر نکل کر میقات تک جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور جہاں تک عمرہ کی بات ہے تو وہ حدود حرم سے قریب ترین کسی حلال جگہ (جو حدود حرم کے باہر ہو) تک جائیں گے اور وہاں سے احرام باندھیں گے۔ جو شخص حج یا عمرہ کرنا چاہتا ہے اسے احرام کی حالت میں ان جگہوں سے داخل ہونا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، یہ وہ مقامات ہیں جن کی وضاحت پہلے کر دی گئی ہے۔ جو شخص حج یا عمرہ کرنا چاہے اس کے لیے بغیر احرام کے میقات پار کرنا جائز نہیں۔

جو کوئی بھی ان میقاتوں کا باشندہ نہ اور مذکورہ میقاتوں میں سے کسی میقات سے گزرے تو وہ وہیں سے احرام باندھے گا۔

خشکی، سمندر یا فضا کے راستہ سے بھی جس کا گزر ان میقاتوں سے نہ ہو تو وہ جب قریب ترین میقات کے برابر ہو گا تو احرام باندھے گا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "دیکھو کب تم میقات کی برابری میں آتے ہو"۔ جو حج یا عمرہ کے لیے ہوائی جہاز سے سفر

کرے اسے اس وقت احرام باندھنا ہے جب جہاز اس کے راستے میں واقع میقات کے برابر آجائے۔ اور یہ جائز نہیں کہ ایئرپورٹ پر ہوائی جہاز کے اترنے تک احرام کو مؤخر کردے۔

احرام:

حج یا عمرہ میں داخل ہونے کی نیت کرنا، تو عمرہ میں احرام کا مطلب ہے: دخول عمرہ کی نیت کرنا، اور حج میں احرام کا مطلب ہے: حج کی نیت کرنا، اس نیت کے بغیر کوئی محرم نہیں ہوسکتا۔ اگر نیت نہ پائی جائے تو صرف احرام کا لباس پہن لینا احرام نہیں کہلاتا۔

احرام میں مستحب امور:

۱-احرام سے پہلے غسل کرنا۔

۲- جسم میں خوشبو لگانا، احرام کے لباس میں نہیں۔

۳-ایک سفید ازار اور ایک سفید چادر اور دو جوتے پہننا۔

۴-سواری کی حالت میں قبلہ رخ ہو کر احرام باندھنا۔

حج کے اقسام:

محرم کو حج کے تین قسموں میں سے کسی ایک کو حسب منشا اختیار کرنے کا حق ہے، اور وہ تینوں قسمیں حسب ذیل ہیں:

۱- تمتع: اور وہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے اور اس سے فارغ

ہو کر اسی سال پھر حج کا احرام باندھے۔

۲- افراد: اور وہ یہ ہے کہ میقات پر صرف حج کا احرام باندھے اور اسی احرام میں حج کے سارے اعمال انجام دے۔

۳- قران: اور وہ یہ ہے کہ میقات پر ایک ساتھ حج اور عمرہ کا یا صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر طواف شروع کرنے سے پہلے حج کو اس میں شامل کر لے، پس وہ عمرہ اور حج کی نیت میقات سے کرے یا طواف عمرہ شروع کرنے سے قبل کرے، اور عمرہ اور حج دونوں کے لیے طواف و سعی کرے۔

متمتع اور قارن کو قربانی کرنا ہے اگر وہ مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو۔

ان تینوں میں افضل ترین حج تمتع ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس کا حکم دیا[1]، پھر حج قران؛ کیوں کہ یہ حج اور عمرہ کو شامل ہے اور اس کے بعد حج افراد کا درجہ ہے۔

جب ان میں سے کسی ایک قسم کی نیت سے احرام باندھ لے تو اس کے بعد تلبیہ کے یہ الفاظ کہے: «لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك»۔ ”اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بلاشبہ ہر تعریف اور نعمت

(۱) مسلم حدیث (۱۲۱۱) (۲/ ۸۷۰)۔

تیری ہے اور تیری ہی بادشاہت ہے، تیرا کوئی شریک نہیں"۔

یہ سنت ہے اور انہیں کثرت سے کہنا مستحب ہے۔ مرد بلند آواز سے کہیں گے اور خواتین دھیمی آواز میں کہیں گی۔

تلبیہ کا وقت: تلبیہ کا وقت شروع ہوتا ہے احرام کے بعد سے اور اس کا آخری وقت حسب ذیل ہے:

۱- معتمر طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ چھوڑے گا۔

۲- حاجی عید کے دن اس وقت تلبیہ چھوڑے گا جب جمرۂ عقبہ کی رمی شروع کرے۔

ممنوعات احرام (حالت احرام میں ممنوع کام):

۱- جسم کے کسی بھی حصہ کا بال چھیلنا، کاٹنا یا اکھاڑنا۔

۲- بلا کسی عذر کے ہاتھ یا پیر کے ناخن کاٹنا، لیکن اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے اور اسے الگ کر دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

۳- مرد کا سر کو کسی متصل چیز سے ڈھانپنا؛ جیسے ٹوپی اور غترہ۔

۴- مرد کا جسم یا اپنے کسی حصہ پہ سلا ہوا کپڑا پہننا جیسے قمیص، پگڑی یا پاجامہ۔ مخیط (سلا ہوا کپڑا): جو اعضائے جسم کے بقدر تیار کیا جائے جیسے خف، دستانے اور موزے۔ اور عورت بحالت احرام کوئی بھی کپڑا پہن سکتی ہے کیوں کہ اسے ستر اور پردہ کی ضرورت ہے،

البتہ وہ برقع (چہرہ کو ڈھانکنے والا ایک لباس) نہیں پہنے گی، لیکن جب اس کے سامنے کوئی اجنبی آجائے تو اوڑھنی وغیرہ سے اپنا چہرہ ڈھانپ لے گی۔ اور دستانے بھی نہیں پہنے گی۔

۵- خوشبو؛ کیوں کہ محرم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں اور لذتوں سے دور رہے اور آخرت کی طرف سبقت کرے۔

۶- خشکی کے شکار کو قتل کرنا اور شکار کرنا: کیونکہ محرم خشکی کے شکار نہیں کر سکتا اور نہ اسے شکار کرنے میں کسی کی مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے ذبح کر سکتا ہے۔

اگر محرم نے (خشکی کا) کوئی شکار کیا ہو یا اس میں مدد کی ہو یا اس کی خاطر شکار کیا گیا ہو تو اس کا گوشت نہیں کھا سکتا، وہ اس کے لیے مانند مردار ہے۔

مگر سمندر میں شکار کر سکتا ہے اور اسی طرح پالتو جانور جیسے مرغی اور چوپائے ذبح کر سکتا ہے؛ کیوں کہ یہ شکار نہیں ہیں۔

۷- عقد نکاح کرنا خود کے لیے یا کسی دوسرے کے لیے یا گواہ بننا۔

۸- جماع۔ جو تحلل اول (عید کے دن رمی، ذبح اور حلق کرنا) سے پہلے جماع کرے اس کا حج فاسد ہو جائے گا لیکن اسے حج کے کام پورے کرنے ہوں گے، اور اگلے سال قضا کرنی ہو گی اور ایک اونٹنی یا اونٹ ذبح کرنا ہو گا۔ اور اگر تحلل اول کے بعد کرے تو اس کا حج فاسد نہیں ہو گا لیکن اسے دم دینا ہو گا اور عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے اگر جماع میں اس کی رضا شامل ہو۔

۹- شرمگاہ کے علاوہ کو شہوت کے چھونا، یہ محرم کے لیے جائز نہیں کیوں کہ یہ وطی محرم کا ذریعہ ہے۔

عُمرہ:

ا- عمرہ کے ارکان:

۱- احرام۔

۲- طواف۔

۳- سعی۔

ب- عمرہ کے واجبات:

۱- معتبر میقات سے احرام باندھنا۔

۲- بال حلق کروانا یا چھوٹا کروانا۔

ج- عمرہ کا طریقہ:

سب سے پہلے طواف کے سات چکر پورے کرے گا، حجر اسود سے شروع کرے گا اور اسی پہ ختم کرے گا۔ باوضو ہو کر اور ناف سے گھٹنے تک ستر کو ڈھانک کر طواف کرے گا۔ اور پورے طواف کے دوران اضطباع سنت ہے، اضطباع یہ ہے کہ دائیں کندھے کو کھلا رکھے اور چادر اس کے نیچے سے گزارے اور چادر کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر

رکھے۔ جب ساتواں چکر پورا ہو جائے تو اپنے دونوں کندھوں کو ڈھانک لے۔ اور حجر اسود کی طرف رخ کرے گا پھر اگر بوسہ دینا ممکن ہو تو بوسہ دے گا اور اگر بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو گنجائش کی صورت میں حجر اسود کا دائیں ہاتھ سے استلام کرے گا یعنی چھوئے گا، اور ہاتھ کو بوسہ دے گا۔ اگر حجر اسود کا استلام نہ کر سکے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے دائیں ہاتھ سے ایک مرتبہ اس کی طرف اشارہ کرے گا لیکن ہاتھ کو بوسہ نہیں دے گا اور نہ ہی وہاں ٹھہرے گا۔ پھر کعبہ کو بائیں طرف رکھ کر طواف کرے گا، اور پہلے تین چکروں میں رمل کرنا مستحب ہے۔ اور رمل کا مطلب ہے چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیزی سے چلنا۔ اور جب کعبہ کے چوتھے رکن رکن یمانی سے گزرے تو اگر ممکن ہو تو اسے دائیں ہاتھ سے استلام کرے، نہ تکبیر کہے اور نہ بوسہ دے اور اگر استلام ممکن نہ ہو تو گزر جائے، نہ اشارہ کرے اور نہ تکبیر کہے۔ اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے: (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا)۔ [سورۃ البقرہ:۲۰۱]- اور طواف پورا کرنے کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے گا لیکن اگر جگہ کی تنگی ہو تو مسجد کے کسی بھی حصہ میں ادا کر سکتا ہے۔ اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون پڑھنا مسنون ہے۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا مسنون ہے۔ پھر مسعی کی طرف بڑھے گا اور صفا اور مروہ کے بیچ سات چکر لگائے گا؛ جانا ایک چکر اور لوٹنا ایک چکر شمار ہو گا۔ سعی صفا سے شروع ہو گی، چنانچہ صفا پہ چڑھے گا اور یہ افضل ہے اگر ممکن ہو ورنہ اس کے پاس ٹھہرے گا۔ اور سعی شروع کرتے وقت یہ آیت پڑھے گا: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾-[البقرۃ:۱۵۸]-اور

یہ مستحب ہے کہ قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرے، تکبیر کہے اور یہ ذکر کہے: «لا إله إلا الله، والله أكبر، لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، يحيي ويميت، وهو على كل شيء قدير، لا إله إلا الله وحده، أنجز وعده، ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده»۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے گا اور مذکورہ ذکر تین مرتبہ دہرائے گا (یعنی پہلے ذکر کرے گا پھر دعا، پھر یہ ذکر کہے گا پھر دعا اور پھر اخیر میں ذکر کرے گا۔ پھر صفا سے اترے گا اور مروہ کی طرف چلے گا یہاں تک کہ جب پہلے سگنل (ہری بتی) کے پاس پہنچے گا تو مرد اگلے سگنل تک تیزی سے چلے گا۔ مگر عورت کے لیے پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں تیزی سے چلنا مشروع نہیں ہے بلکہ اسے پوری سعی کے دوران عام چال چلنا ہے۔ پھر مروہ کے پاس پہنچ کر اس پہ چڑھے گا اور یہ افضل ہے اگر ممکن ہو ورنہ اس کے پاس ٹھہرے گا۔ اور جو صفا پر کہا اور کیا تھا وہی مروہ پہ کہے گا اور کرے گا، البتہ یہ آیت نہیں پڑھے گا: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾- کیوں کہ یہ آیت پڑھنا صرف صفا پہ چڑھتے وقت پہلے چکر میں ہی مشروع ہے۔ پھر نیچے اترے گا اور عام چال اور تیز رفتاری کی جگہوں کا خیال رکھتے ہوئے صفا پہنچے گا۔ ایسا سات مرتبہ کرے گا،اس کا جانا ایک چکر ہوا اور لوٹنا دوسرا چکر۔ اور سعی کے دوران مستحب ہے کہ بقدر استطاعت بکثرت ذکر ودعا کرے۔ اور یہ کہ وہ بڑی اور چھوٹی نجاست سے پاک ہو جائے اور اگر وہ طہارت کے بغیر سعی کرے تو کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت بھی سعی کر سکتی ہے کیوں کہ سعی میں طہارت شرط نہیں صرف مستحب ہے۔

سعی مکمل ہو جائے تو حلق (منڈوانا) یا تقصیر (بال چھوٹے کروانا) کروائے گا اور مرد کے حق میں حلق افضل ہے۔

اور اس طرح اس کے عمرہ کے اعمال پورے ہو جائیں گے۔

حج:

ا- حج کے ارکان:

۱-احرام۔

۲:وقوفِ عرفہ۔

۳-طواف افاضہ۔

۴-سعی۔

ب- حج کے واجبات:

۱-میقات سے احرام باندھنا۔

۲- نو ذو الحجہ کو عرفہ میں ٹھہرنا، جو دن میں ٹھہرے وہ غروب آفتاب تک ٹھہرے گا۔

۳-دس ذوالحجہ کی نصف شب تک مزدلفہ میں قیام کرنا۔

۴-ایام تشریق کی راتوں میں منی میں قیام کرنا۔

۵-جمرات کو کنکری مارنا۔

٦-بال حلق کروانا یا چھوٹا کروانا۔

۷-طواف وداع۔

ج- حج کا طریقہ:

میقات پہنچ کر اگر وقت تنگ ہو تو حج افراد کا تلبیہ پکارے گا۔ مکہ پہنچ کر طواف وسعی کرے گا اور احرام ہی کی حالت میں نو ذوالحجہ کو عرفات کی طرف نکلے گا۔ اور وہاں غروب آفتاب تک ٹھہرے گا پھر تلبیہ پکارتے ہوئے مزدلفہ کی طرف واپس لوٹے گا۔ مزدلفہ ہی میں رات گزارے گا، فجر کی نماز پڑھے گا پھر افق روشن ہونے تک ذکر ودعا اور تلبیہ میں مشغول رہے گا پھر طلوع آفتاب سے پہلے ہی منی کی طرف چل دے گا۔ منی میں جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں مارے گا پھر حلق یا تقصیر کروائے گا اور حلق افضل ہے۔ پھر طواف افاضہ کرے گا اور پہلی سعی کافی ہوگی۔ اور اس طرح حج پورا ہوگا اور تحلل کامل حاصل ہو جائے گا۔ اب صرف گیارہ اور بارہ تاریخ کو کنکری مارنا باقی رہے گا اگر جلدی ہو۔ چنانچہ تینوں جمرات کو کنکری مارے گا، ہر جمرہ کو سات کنکریاں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے گا۔ جمرۂ صغری سے شروع کرے گا جو مسجد خیف سے قریب تر ہے، پھر وسطی اور پھر جمرۂ عقبہ کو۔ ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارے گا۔

اور اگر بارہ تاریخ کے بعد رکنا چاہے تو تیرہ تاریخ کو بھی اسی طرح جمرات کو کنکریاں مارے گا جیسے اس نے گیارہ اور تاریخ کو کنکریاں ماری تھی۔

کنکری مارنے کا وقت: تینوں دن زوال آفتاب کے بعد ہے۔

اگر بارہ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے ہی منی سے نکل جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر تیرہ کو زوال کے بعد کنکری مار کر روانہ ہو تو یہ افضل ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: (دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لیے ہے)۔ [سورۂ بقرہ: ۲۰۳]۔ اور جب مکہ سے نکلنا چاہے تو طواف وداع کرے گا لیکن سعی نہیں کرے گا۔ اگر اس کے ساتھ ہدی کا جانور نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھے، پھر آٹھویں تاریخ کو حج کا تلبیہ پکارے۔ اور حج کے گزشتہ سارے اعمال انجام دے، اور اگر حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اور اسے حج قران کہا جاتا ہے۔ اور حج قران میں حج وعمرہ کے لئے ایک ساتھ نیت کی جاتی ہے اور اس میں ایک طواف اور ایک ہی سعی کی جاتی ہے۔

تیسری فصل:

معاملات کا بیان:

علمائے کرام -رحمہم اللہ- نے اس باب سے متعلق لازمی معلومات کو بیان کیا ہے جس کا سیکھنا واجب عینی ہے۔ اور انہوں نے اس پر گفتگو کی ہے کہ (اس باب میں) کس قدر علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ تاجر کے لیے بیع وشرا کے احکام کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ تاکہ نادانستہ حرام یا سود میں نہ واقع ہو۔ اور بعض صحابۂ کرام - رضی اللہ عنہم- سے اس کی تایید میں کچھ اقوال منقول ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے: (ہمارے بازار میں صرف وہی کاروبار کرسکتا ہے جس کے پاس دین کا علم ہو)۔ (۱)

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ - نے فرمایا: "جو بلا علمِ دین کے تجارت میں داخل ہو وہ یقیناً سود میں واقع ہوگا"۔ (۲)۔

اور ابن عابدین نے علامی سے نقل کیا ہے: (اور ہر مکلف مرد اور عورت پر علم دین وہدایت سیکھنے کے بعد یہ بھی فرض ہے کہ وضو، غسل، نماز، روزہ کا علم حاصل کرے، اگر اس کا مال نصاب کو پہنچ گیا ہو تو زکوۃ کا بھی علم حاصل کرے اور حج کا طریقہ معلوم کرے اگر اس پر حج واجب ہو گیا ہو)۔

اور تاجروں پر واجب ہے کہ بیع وشرا کے احکام سیکھیں تاکہ تمام معاملات میں

---

(۱) ترمذی حدیث (۴۸۷) اور امام ترمذی نے فرمایا: حسن غریب۔ اور البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔
(۲) دیکھیں: مغنی المحتاج (۲ / ۲۲)۔

مکروہ اور شبہہ والی چیزوں سے بچے رہیں، اور اسی طرح جو بھی کسی پیشہ سے

یا کسی بھی کام سے جڑا ہوا ہو اس پر یہ فرض ہے کہ اس کام سے متعلق احکام سیکھے تاکہ حرام میں واقع ہونے سے بچ سکے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (بیع، نکاح اور اسی طرح جو معاملہ اصالۃ واجب نہیں اس کی شرط معلوم کیے بغیر اس پہ اقدام کرنا حرام ہے)۔[1]

اور ذیل میں شریعت کے مالی معاملات سے متعلق چند قواعد دیے جارہے ہیں:

۱- ہر وہ چیز جائز ہے جس میں خالص مصلحت یا راجح مصلحت موجود ہو؛ جیسے مباح چیزوں کی خرید وفروخت، کرایہ پہ دینا اور شفعہ۔

۲- ہر وہ چیز مشروع ہے جس سے لوگوں کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں؛ جیسے گروی رکھنا اور گواہ بنانا۔

۳- ہر وہ چیز مشروع ہے جس میں طرفین کی مصلحت ہو؛ جیسے بیع فسخ کرنا، بیع فسخ کرنے کا اختیار اور بیع وشرا میں مستعمل شرائط۔

۴- ہر وہ معاملہ ممنوع ہے جس سے لوگوں پر ظلم ہو اور ناحق ان کا مال لیا جائے؛ جیسے سود، غصب کرنا اور ناجائز ذخیرہ اندوزی۔

۵- ہر وہ معاملہ مشروع ہے جس سے نیکی میں تعاون ہو؛ جیسے قرض دینا، عاریۃ دینا

---

(۱) دیکھیں: المجموع (۱/ ۵۰)۔

اور امانت رکھنا۔

۶- بغیر محنت اور بلا کسی جد وجہد کے حاصل ہونے والی کمائی حرام ہے؛ جیسے جوا اور سود۔

۷- ہر وہ معاملہ حرام ہے جس میں لاعلمی اور دھوکے کا پہلو غالب ہو؛ جیسے غیر مملوکہ یانامعلوم کسی چیز کی فروخت۔

۸- کسی حرام معاملہ کو انجام دینے کے لیے حیلہ بازی ممنوع ہے؛ جیسے بیع عینہ۔

۹- جو معاملہ اللہ کی عبادت سے غافل کرے وہ حرام ہے جیسے جمعہ کی دوسری اذان کے بعد بیع وشرا۔

۱۰- جس میں بھی کوئی نقصان ہو یا اس سے مسلمانوں کے درمیان دشمنی پیدا ہو وہ حرام ہے جیسے حرام کردہ چیزوں کی خرید وفروخت اور خرید وفروخت پر خرید وفروخت۔

اور جب کوئی مسئلہ نہ سمجھ آئے تو علما سے پوچھے اور حکم شرعی کی معرفت کے بغیر اس پر اقدام نہ کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (پس اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہل علم سے دریافت کرلو)-[سورہ نحل:۴۳]- اس کتاب میں اتنا ہی تحریر کرنا ممکن ہوا۔ اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ ہمیں نفع بخش علم اور نیک عمل کی توفیق دے، یقیناوہ نہایت سخی اور کرم والا ہے۔ اور بکثرت درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر۔

فہرست عناوین

مقدّمہ ۳

پہلی فصل ۵

عقائد کا بیان ۵

مطلب اول :اسلام کا معنی ومفہوم اور اس کے ارکان ۵

توحید کی اہمیت: ۶

لا الہ الا اللہ کی گواہی کے معنی یہ ہیں کہ: ۷

لا الہ الا اللہ کی شرطیں: ۷

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے رسول ہونے کی شہادت دینے کا معنی:۸

دوسرا مطلب :ایمان کا معنی ومفہوم اور اس کے ارکان........................۹

ا۔ اللہ پر ایمان لانا: ۱۰

1۔ اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا: ۱۰

2 ۔ اللہ کی الوہیت پر ایمان: ۱۲

3 ۔ اسما وصفات پر ایمان: ۱۳

ب ۔ فرشتوں پر ایمان: ۱۹

ج ۔ کتابوں پر ایمان: ۲۰

د- رسل -علیھم السلام- پر ایمان: ۲۱

ھ- آخرت کے دن پر ایمان: ۲۲

ا- بعث پر ایمان: ۲۳

ب- حساب وجزا پر ایمان:.. ۲۳

ج- جنت اور جہنم پہ ایمان: ۲۳

د- بھلی بری تقدیر پر ایمان:.. ۲۴

تیسرا مطلب :احسان: ۲۵

چوتھا مطلب :اہل سنت والجماعت کے مختصر اصول..۲۶

دوسری فصل: ۲۸

عبادات کا بیان ۲۸

پہلا مطلب :طہارت کے بیان میں.. ۲۸

سب سے پہلے :پانی کی قسمیں: ۲۸

نمبر 2 :نجاست: ۲۹

نمبر 3 :وہ اعمال جو محدث (حدث والے)پر حرام ہیں: ۳۲

نمبر 4 :قضائے حاجت کے آداب:.. ۳۳

نمبر 5 :استنجا اور پتھر وغیرہ کے استعمال سے متعلق احکام: ۳۵

نمبر 6 :وضو کے احکام:.. ۳۶

نمبر 7 :ہر طرح کے موزوں پر مسح کے احکام: ۳۹

نمبر 8 : تیمم کے احکام: ۴۱

نمبر 9 :حیض ونفاس کے احکام: ۴۳

دوسرا مطلب :نماز کا بیان ۴۵

سب سے پہلے :اذان واقامت کے احکام:........................ ۴۵
نمبر دو :نماز کا مقام ومرتبہ اور اس کی فضیلت: ۵۰
نمبر تین :نماز کی شرائط: ۵۱
نمبر 4 :نماز کے ارکان: ۵۳
نمبر 5 :نماز کے واجبات:.. ۵۷
نمبر 6 :نماز کی سنتیں: ۵۹
نمبر 7 :نماز پڑھنے کا طریقہ : ۶۱
نمبر 8 :نماز کے دوران مکروہ چیزیں: ۶۶
نمبر نو :نماز کو باطل کرنے والی چیزیں: ۶۷
نمبر دس :سجدۂ سہو: ۶۷
نمبر 11 :نماز کے ممنوع اوقات: ۶۹
نمبر 12 :نماز باجماعت: ۷۰
نمبر 13 :صلاۃ الخوف (ڈر کی حالت میں پڑھی جانے والی نماز): ۷۳
نمبر 14 :جمعہ کی نماز: ۷۴
نمبر 15 :معذور لوگوں کی نمازیں:.....................................۷۸
نمبر 16 :عیدین کی نماز: ۸۱
نمبر 17 :نماز کسوف:... ۸۴
نمبر 18- نماز استسقا:... ۸۶
نمبر 19 :جنائز کے احکام: ۸۷

تیسرا مطلب :زکوۃ: ۹۱

1- زکوۃ کی تعریف اور اس کا مقام ومرتبہ: ۹۱

2- زکوۃ کے وجوب کی شرطیں:.................................. ۹۲

3- جن مالوں میں زکوۃ واجب ہے: ۹۳

چوتھا مبحث :روزہ: ۱۰۶

صیام رمضان کے وجوب کی شرطیں: ۱۰۶

پانچواں مبحث :حج ۱۱۳

حج کی لغوی اور شرعی تعریف:...................................۱۱۳

حج وعمرہ کے وجوب کی شرطیں: ۱۱۴

احرام کے مواقیت:... ۱۱۶

احرام:.. ۱۱۸

عُمرہ: ۱۲۲

حج: ۱۲۵

معاملات کا بیان: ۱۲۸

فہرست عناوین ۱۳۱